بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۵۲

۱۰؍ستمبر ۲۰۱۵ء مطابق ۲۵؍ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

شمارہ نمبر ۲۱

اس شمارے میں

عنوان	مضمون نگار	صفحہ
شعروادب		
آج امت کا دگرگوں ہے نظام......	حضرت سید نفیس الحسینیؒ	۲
اداریہ		
حج کی سعادت سے بہرہ ورحجاج	شمس الحق ندوی	۳
حجۃ الوداع		
انسانی حقوق کا پہلا عالمی منشور	کتب احادیث وسیرت	۵
تعلیم وتربیت		
میری بے زبان استانیاں	مخدومہ امۃ اللہ تسنیمؒ	۶
تاریخ اسلام		
تاریخ اصلاح وتربیت	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۸
فکر معاصر		
عالم اسلام اور خطرات	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی	۱۴
دین ودنیا		
چار پیسے کا فائدہ	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	۱۶
احوال و آثار		
عالم اسلام اور امت اسلامیہ	عبدالغفار عزیز	۱۹
خوف خدا		
حجاج کرام اور حج بیت اللہ	مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی	۲۳
تذکیر وعبرت		
انسانی اخلاق کی چند خوبیاں	جاوید اختر ندوی	۲۵
تعارف وتبصرہ		
رسید کتب	محمود حسن حسنی ندوی	۲۶
روداد چمن		
ثقافتی وتربیتی پروگرام	محمد سلمان بجنوری	۲۹
فقہ و فتاویٰ		
سوال وجواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	۳۱

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی

(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

- مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری
- نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007, Ph.:0522-2740406

www.nadwatululama.org, E-mail: tameer1963@gmail.com

Office Time : 07 AM to 1:30 PM

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زرتعاون 300/-	فی شمارہ 15/-	ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے۔ 60$ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ چیک سے بھیجی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques روانہ فرمائیں، بصورت دیگر ₹30/= جوڑ کر چیک دیں۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہوچکا ہے۔ لہٰذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

شعروادب

آج اُمت کا دِگرگوں ہے نظام اے ساقی ﷺ

حضرت سید نفیس الحسینیؒ

اللہ اللہ ! محمدؐ ترا نام اے ساقی
ان گنت تجھ پر درود و سلام اے ساقی

بعد اللہ کے ہے تیرا مقام اے ساقی
کس کی جرأت ہے کرے اس میں کلام اے ساقی

از ازل تا بہ ابد تیری ہی سرداری ہے
سید الکل ہے تو ، ہے سب کا امام اے ساقی

تجھ پر اللہ کی رحمت کا ہے سایہ ہر دم
کل جہاں پر تری رحمت ہے مدام اے ساقی

فرشیوں پر تو عنایت کی کچھ حد ہی نہیں
عرشیوں پر بھی ترا فیض ہے عام اے ساقی

واسطہ تجھ کو براہیمؑ کی فرزندی کا
ایک کوثر کا چھلکتا ہوا جام اے ساقی

آل اطہارؓ کے صدقے عطا اک ساغر
اک پیالہ پئے اصحاب کرامؓ اے ساقی

خستہ جانوں سے کوئی پوچھے حلاوت اس کی
راحت جان و جگر ہے ترا نام اے ساقی

کبھی تنہائی میں محسوس کیا کرتا ہوں
صحن دل میں ترا آہستہ خرام اے ساقی

مہ جبیں لاکھ سہی شہرۂ آفاق مگر
ان کے حلقے میں ہے تو ماہ تمام اے ساقی

نازنیں ایک سے اک بڑھ کے جہاں میں آئے
ہے تری ذات مگر مسک ختام اے ساقی

و رفعنا لک ذکرک ہے خدا کا ارشاد
ہے افق تا بہ افق تیرا پیام اے ساقی

مٹنے والے ہیں سبھی نقش جہانداروں کے
نقش ہے تیرا فقط نقش دوام اے ساقی

تجھ پہ اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا سلام
ہم غلاموں کی بھی جانب سے سلام اے ساقی

سوچتا ہوں غم دل عرض کروں یا نہ کروں
ان دنوں فکر سے ہے جینا حرام اے ساقی

خوار ہے عالم اسلام نصاریٰ کے تلے
آج امت کا دگر گوں ہے نظام اے ساقی

نگہ لطف غریبوں پہ خدارا ہو جائے
پھر سنور جائے یہ بگڑا کام اے ساقی

دل مرا ڈوب رہا ہے کہ تہی دامن ہوں
ہونے والی ہے ادھر زیست کی شام اے ساقی

ایک امید شفاعت ہے فقط زادِ سفر
جس سے ہمت سی ہے کچھ گام بہ گام اے ساقی

لاج رکھنا کہ تیرے رحم و کرم پر ہے نفیسؔ
ہے ترے دَر کا غلام ابن غلام اے ساقی

اداریہ

حج کی سعادت سے بہرہ ور حُجاج

شمس الحق ندوی

کتنے خوش نصیب ہیں وہ بندگان خدا جن کو پہلی بار حج وزیارت کی سعادت نصیب ہوئی، انھیں اس کعبۂ مشرفہ کے طواف کی سعادت ملی جس کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھتے رہے، سعادت نصیب ہوئی صفا ومروہ کے درمیان سعی کی جو نقل ہے اُس ماں کی جس نے آقا کے حکم کی تعمیل میں اس ویرانہ میں جہاں آدم نہ آدم زاد، شیرخوار بچے کے ساتھ رہنا گوارہ کیا، اوراس کے لیے پانی کی تلاش میں، بے تابانہ دونوں پہاڑوں کے درمیان دوڑیں اور چڑھ چڑھ کر جھانکا اور دیکھا کہ شاید کوئی قافلہ گذرتا نظر آئے اور پانی مل جائے، کتنا کڑا تھا یہ امتحان کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی اہلیہ اور دودھ پیتے بچہ اسماعیل کو اس سنسان اور چٹیل وادی میں جہاں وحشت کو قدم رکھتے وحشت ہوتی تھی، تنہا چھوڑ کر شام جانے کا حکم ملا، اللہ اکبر نہ دانہ، نہ پانی، نہ پھل دار درخت اور نہ سبزہ و ہریالی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قدرتی حسن وجمال سے مالا مال سرسبز وشاداب ملک چھوڑ کر یہاں آنے کا حکم ملا تھا، اور ننھے اسماعیل کو اسی ویرانے میں بے سہارا چھوڑ کر چلے جانے کا حکم ملا، تعمیل حکم فرمائی، حضرت ہاجرہ نے بھی مالک کے حکم پر اسی کے بھروسہ یہاں رہنے کو قبول فرمایا، لیکن اس عالم اسباب میں پانی کی فکر میں صفا ومروہ کے چکر لگائے اور نبی کی بیوی اور نبی کی ماں ہونے کے باوجود ظاہری اسباب اور سعی وتدبیر کو ایمان اور توکل کے خلاف نہیں سمجھا، وہ پریشان ضرور تھیں، لیکن ناامیدی کے بغیر خدا پر پورا بھروسہ رکھتی تھیں، تعطل اور بے عملی کے بغیر اللہ تعالیٰ نے اس مجبور کی سعی کو قیامت تک حاجیوں کے لیے ایسا بنادیا کہ سعی کے بغیر حج مکمل ہی نہیں ہوسکتا، اللہ کے گھر کے مہمان یہ حاجی منیٰ وعرفات گئے، قربانی بھی کی، رمی جمار بھی کی، یہ وہ وقت ہے جب شیطان اس دن سے زیادہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا، ایک حدیث میں ہے کہ جب عرفہ کا دن ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ سب سے نیچے کے آسمان پر اتر کر فرشتوں سے فخر کے طور فرماتے ہیں کہ میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس ایسی حالت میں آئے ہیں کہ سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں، سفر کے سبب بدن اور کپڑے پر غبار پڑا ہوا ہے، لبیک اللّٰھم لبیک کا شور ہے، دور دور سے آرہے ہیں، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کے گناہ معاف فرمادیے، فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ! فلاں شخص تو بہت گنہ گار ہے، اور فلاں مرد اور فلاں عورت (کے گناہ تو بہت ہیں) اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں کہ میں نے سب کی مغفرت کردی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ کسی دن لوگ جہنم کی آگ سے آزاد نہیں ہوتے۔ [مشکوٰۃ]

ایک حدیث میں تو یہاں تک ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ میرے بندے بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ میرے پاس آئے ہیں، میری رحمت کے امیدوار ہیں، (اس کے بعد بندوں سے فرماتے ہیں) اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں کے برابر ہوں، اور آسمان کی بارش کے قطروں کے برابر ہوں اور تمام دنیا کے درختوں کے برابر ہوں تب بھی بخش دیے جاؤ، بخشے بخشائے اپنے گھر چلے جاؤ۔ [فضائل حج]

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غزوۂ بدر کا دن چھوڑ کر کوئی دن عرفہ کے دن کے علاوہ ایسا نہیں ہے جس میں شیطان بہت ذلیل ہورہا ہو، حقیر ہورہا ہو، غصہ میں بری طرح پیچ وتاب کھارہا ہو، (تلملا رہا ہو) اور یہ اس وجہ سے کہ عرفہ کے دن اللہ کی رحمتوں کو کثرت سے نازل ہوتے دیکھتا ہے، بندوں کے بڑے بڑے گناہوں کو معاف ہوتے ہوئے دیکھتا ہے، (اس لیے کہ کتنی محنتوں سے تو اس نے گناہ کرائے تھے اور معاف ہوئے جارہے ہیں)۔ اس لیے وہ حاجیوں کو بہکانے کے لیے بھی اپنے شریر لشکر کو لگا دیتا ہے کہ ان سے حج کے دوران گناہ کرانے کی محنت کریں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام کو عرفات کے میدان میں امت کی مغفرت کی دعا مانگی اور بہت الحاح وزاری سے دیر تک مانگتے رہے، رحمت الٰہی بھی جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ میں نے تمہاری دعا قبول کرلی، اور وہ گناہ جو بندوں نے میرے کیے ہیں وہ معاف کردیے، البتہ جو ایک نے دوسرے پر ظلم کیے ہیں، ان کا بدلہ لیا جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر درخواست کی اور بار بار یہ درخواست کرتے رہے کہ اے اللہ! تو اس پر بھی قادر ہے کہ مظلوم کے ظلم کا بدلہ تو عطا فرمادے اور ظالم کے قصور کو معاف فرمادے، مزدلفہ کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمالی، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

مسکرائے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ آپ نے (الحاح وزاری کی) حالت میں تبسم فرمایا، ایسے وقت تبسم کی عادت شریفہ نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ جل شانہ نے میری دعا قبول فرمالی، اور شیطان کو اس کا پتہ چلا، وہ چیخنے چلانے لگا، اور اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا۔[ترغیب]

جن حاجیوں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح نوازا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رو رو کر، گڑگڑا کر اس طرح کے ان سے گناہ معاف کرائے ہیں، یوم النحر کو حاجیوں سے اس طرح خطاب فرمایا ہے: ''تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری عزت تم پر ایسے ہی حرام ہے، جیسے تمہارے آج کے دن، تمہارے اس شہر میں، تمہارے اس مہینہ میں، جلدی تم اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوگے اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا، سن لو ہمارے بعد تم غلط راہ پر نہ پڑ جانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔[مشکوٰۃ]

کتنے خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو کر آئے جیسے آج پیدا ہوئے ہوں۔ مالک کی اس نوازش کا تقاضا تو یہ ہے کہ اب زندگی قرآن وحدیث ہی کی روشنی میں گذرے، اللہ تعالیٰ نے شیطان کو قیامت تک کی مہلت دی ہے، وہ عرفات میں ذلیل ورسوا ہونے اور سر پیٹنے کے بعد چین سے نہیں بیٹھے گا، اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسے دوران حج ایک دوسرے کی جان، مال، عزت و آبرو تم پر حرام ہے، ایسے ہی پوری زندگی حرام ہے، اور زندگی کے جھمیلوں میں تمہیں بہت سنبھل سنبھل کر قدم رکھنا ہے کہ مبادا شیطان بھائے اور گناہ کرائے کہ توبہ کر لینا پھر حج کر لینا۔

☆☆☆☆☆

وادیٔ غیر ذی زرع کا مقام اور پیغام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

''رَبَّنَا اِنِّی اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ''.[سورہ ابراہیم:۳۷]

آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جب کہا:'' ربنا انی اسکنت من ذریتی'' تو انہوں نے اس وادیٔ مکہ اور حجاز کے مقام کا قیامت تک کے لیے تعین کر دیا، اصلاً اس وادی کی فطرت وادی غیر زرع ہونے کی ہے، اس لیے اگر اس میں کبھی سرسبزی وخوشحالی، باغات اور کھیتیاں، مرغزار سبزہ، پانی کی بہتات، دولت کی فراوانی، اور تجارت کی گرم بازاری دیکھنے میں آئے تو یہ اوپری چیز ہوگی، یہ اندر کی چیز نہیں ہوگی، یہ اس لیے کہ ایک غیر فطری، مصنوعی اور عارضی عمل ہے، اس وادی کے اصل مزاج کا پہچاننے والا حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ کون ہو سکتا ہے، اور کون اس کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ انہوں نے الہام ربانی اور ہدایت آسمانی سے اپنی اولاد کو یہاں لا کر چھوڑا تھا اور کہہ دیا تھا کہ میں نے اپنی اولاد کو وادی غیر زرع میں بسایا ہے، یہاں اپنا خاندان چھوڑ کر آیا ہوں، گویا قیامت تک کے لیے اس وادی کا مزاج ومقام اور اس وادی کی فطرت کو متعین کر دیا، اب یہاں اگر رزق و معاش کی برکتیں زمین سے ابلیں اور آسمان سے برسیں، جب بھی اس وادی کا مزاج وہی رہے گا، جو سیدنا حضرت ابراہیمؑ نے بیان کیا اور جس کے ساتھ انہوں نے اس کا رشتہ اور ربط قائم کیا۔

غور فرمایئے! ''انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع'' سے'' ربنا لیقیموا الصلاۃ'' کا ربط کیا ہے؟ فرماتے تو یہ ہیں میں نے اپنی اولاد کو اس وادی غیر زرع میں آباد کیا ہے، اے ہمارے پروردگار! تاکہ یہ نماز قائم کریں، نماز پڑھیں اور آپ نے'' لیقیموا الصلاۃ'' کہا یعنی یہ نماز قائم کرنے والے ہوں، یہ نماز کے داعی ومبلغ بنیں، یہ لوگ نماز کے قیام کے روئے زمین پر ذمہ دار ہوں، اگر وہ اپنی اولاد کو نینوا کی سرزمین یا دجلہ وفرات کی وادی میں چھوڑتے، یا مصر میں جس سے گذر کر آئے تھے، یا شام میں جہاں پھر مسجد اقصیٰ بنی اور آپؑ ہی کی اولاد نے بنائی، کیا وہاں'' لیقیموا الصلاۃ'' کا ظہور وتحقق نہیں ہو سکتا تھا؟ آپ سب جانتے ہیں کہ نمازیں پڑھی جا رہی ہیں، خدا کے فضل وکرم سے مسلمان موجود ہیں، جگہ کے انتخاب اور اس کی تعریف اور نماز کے قیام واہتمام کے درمیان جو ربط ہے، وہ یہی ہے کہ یہ جب نظر اٹھا کر دیکھیں گے، تو ان کی فطرت صحیح اور ان کا ذہن سلیم اس کی رہبری کرے گا کہ ہمارے جد امجد، ہمارے مورث اعلیٰ کے اس زمین کا انتخاب کرنے کا راز کیا ہے؟ راز یہ ہے کہ اگر ان کو ہم سے معاشی مسئلہ حل کروانا ہوتا، ہم کو خوشحالی عطا کرنی ہوتی اور آسودگی کی زندگی بسر کروانی ہوتی تو کسی سرسبز ومتمدن زمین کا انتخاب کیا ہوتا، یہاں ٹھہرانے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے، ہم سے ان کو کوئی اور کام لینا مقصود ہے اور اس کام کو اس سرزمین سے زیادہ مناسبت ہے۔

☆☆☆

حجۃ الوداع

اعتقادات ومعاملات اور انسانی حقوق کا

پہلا عالمی منشور

[پیغمبر اسلام رحمۃ للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات طیبہ کے پہلے اور آخری حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے، ۱۰ھ ماہ ذوالحجہ کی نویں تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا، اس دن سرور کونینؐ نے عرفات کے میدان میں لاکھ سوا لاکھ صحابہ کرامؓ سے خطاب فرمایا، اس منظر کی رقت انگیزی اور ارشادات نبویؐ کی اثر آفرینی کا صحیح تصور، دل کے بے پناہ خلوص اور حب رسولؐ کے لیے بے پایاں خزینے کا طالب ہے]۔

حمد وثنا کے بعد زبان رسالت سے ارشاد ہوا:

اے لوگو! میری بات سنو! شاید اس سال کے بعد میں تم سے اس مقام پر نہ مل سکوں، تم پر تمہارا خون اور تمہارا مال قیامت تک کے لیے اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کے دن اور اس مہینے میں خون بہانا حرام ہے۔ دیکھو! کیا میں نے حق تبلیغ ادا نہیں کردیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔ تم عنقریب اپنے رب کے سامنے جاؤ گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کرے گا۔ میں نے تم کو یہ جتادیا۔ پس جس کے پاس کسی کی کوئی امانت ہو، وہ اسے اس کے مالک تک پہنچادے۔ ہر قسم کا سود ممنوع ہے۔ اپنا اصلی مال لے لو اور سود چھوڑ دو۔ اس طرح نہ تم پر ظلم ہو اور نہ تم دوسروں پر ظلم کروگے۔ سب سے پہلے میں اپنے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب کی سودی رقمیں چھوڑتا ہوں۔ دور جاہلیت کے تمام خونوں کے بدلے ترک کیے جاتے ہیں اور سب سے پہلے جو خون میں معاف کرتا ہوں وہ میرے بھتیجے ربیعہؓ بن حارث بن عبدالمطلب کا ہے۔ عہد جاہلیت کے تمام مفاخر اور باعث غرور و برتری مناصب ختم کیے جاتے ہیں۔ البتہ خانہ کعبہ کی نگرانی اور حفاظت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت کے مناصب باقی رہیں گے۔

لوگو! شیطان مایوس ہوگیا۔ اب تمہاری سرزمین پر اس کی پرستش نہیں کی جائے گی۔ لیکن جن باتوں کو تم معمولی سمجھتے ہو، اگر ان باتوں میں تم نے اس کی اطاعت کی تو اس سے بھی وہ خوش ہوجائے گا۔ پس اس کے مکروفریب سے بچو!

مہینوں کو اپنی جگہ سے بدل دینا، نہ صرف کفر بلکہ اس میں اضافہ کرنا ہے۔ کافر سال تو کسی مہینے کو حرام ٹھہراتے ہیں اور کسی دوسرا سال اس کو حلال تا کہ وہ گنتی جو اللہ نے مقرر کی، پوری ہو جائے۔ بلاشبہ زمانہ گھوم پھر کر اسی جگہ پر آگیا ہے جہاں سے کائنات کی ابتدائی ہوئی تھی۔ مہینوں کی گنتی خدا کے ہاں بارہ ہے، اس میں چار مہینے محترم ہیں۔ تین تو یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور ایک اکیلا ہے یہ مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، اور محرم کے علاوہ جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان کا مہینہ رجب ہے۔

لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارا کچھ حق ہے۔ اور اسی طرح عورتوں کا بھی تم پر کچھ حق ہے۔ تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے ناموس کی حفاظت کریں۔ اور ایسے لوگوں کو گھروں میں نہ آنے دیں جو تمہیں پسند نہیں ہیں۔ وہ کوئی کھلی ہوئی بھی برائی نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو اللہ کی طرف سے اجازت ہے کہ انہیں اپنے بستروں سے الگ کردو اور جسمانی سزادو لیکن سختی سے نہیں، اور جب وہ باز آجائیں تو ان کا تم پر یہ حق ہے کہ انہیں کھلاؤ پلاؤ اور لباس مہیا کرو، عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ وہ تمہارے ہاتھ میں بے بس اور مجبور ہیں۔ تم نے انھیں اللہ کی ضمانت پر انہیں حاصل کیا اور اسی کے نام اپنے لیے جائز کیا۔ کیا میں نے حق تبلیغ ادا نہیں کیا؟ خدائے برتر تو گواہ رہنا۔ لوگو! میرے بعد کافر نہ بن جانا اور ایک دوسرے کو قتل نہ کرنے لگنا۔ میں تمہارے پاس ایک ایسی چیز چھوڑ جاتا ہوں، اگر اسے مضبوطی سے پکڑے رہو تو تم گمراہ نہ ہوگے، یہ اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت ہے۔ لوگو! میری بات سنو اور خوب سمجھ لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس مسلمان کے لیے صرف وہی حلال ہے جو اس کے بھائی نے برضا ورغبت اس کو دیا ہے۔ ایک دوسرے پر زیادتی مت کرو۔ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، تم سب آدم کی اولاد ہو۔ تم میں سے قابل عزت اور بڑا وہی ہے جو زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے۔ خبردار! کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

لوگو! کل تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟ (اس پر لوگوں نے جواب دیا) ہم گواہی دیں گے کہ آپؐ نے حق تبلیغ ادا کردیا تھا۔ حق رسالت ادا فرمادیا تھا، امت کو نصیحت کرنے میں کوئی فروگزاشت نہیں کی تھی۔ تمام حجابات اٹھادیے تھے اور امانت الٰہی کو ٹھیک طرح پہنچا دیا تھا۔ پھر آپؐ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر فرمایا: اے اللہ! گواہ رہیو! اے اللہ گواہ رہیو! اے اللہ گواہ رہیو!۔

(مختلف روایتوں سے مرتب کردہ خطبہ)

☆☆☆☆☆

تعلیم و تربیت

میری بے زبان استانیاں

مخدومہ امۃ اللہ تسنیمؒ

ابتدائی تعلیم میں نے اپنے مخدوم محترم چچا مولوی سید عزیز الرحمان صاحب سے پائی۔ چچا جان نے بہت خلوص اور محبت سے تعلیم دی اور تھوڑی بہت تربیت بھی فرمائی۔ اٹھنے بیٹھنے اور بات چیت کا سلیقہ ادب اور قاعدہ بہت کچھ انہوں نے سکھایا، ساتھ ہی ساتھ سینے پرونے، پکانے، کاڑھنے بنانے کی ترغیب بھی دیتے رہے، اور ہمت بڑھاتے رہے، کلام مجید، اردو کی پہلی کتاب اور فارسی کی کتابوں میں آمدنامہ، گلزار دبستاں، رقعات عالم گیری بھی پڑھی، رقعات علمگیری کے گیارہ سبق ہوئے تھے کہ میری بڑی بہن کی شادی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور تعلیم کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اب میں خود کتابوں کا مطالعہ کرنے لگی، سب سے پہلے میں نے اپنے والد ماجد مولانا حکیم سید عبد الحی مرحوم کی لکھی ہوئی کتابیں تعلیم الاسلام، نور الایمان، اصلاح، استفادہ دیکھیں، ان کتابوں کا مجھ پر خاص اثر پڑا، جو باتیں یاد رکھنے والی تھیں مسئلے مسائل وغیرہ تو وہ تو میرے دل نے محفوظ کر لیے اور جو دینی خوبیاں اور اچھے اخلاق تھے اس کا دل پر بڑا اچھا اثر پڑا، اور میں نے ان کو قبول کرنے اور اپنانے کی پوری کوشش کی، نور الایمان سے ایمان وعقیدہ میں پختگی پیدا ہوئی۔

میری والدہ ماجدہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کی بارش فرمائے اور مجھے ان کا پورا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، دن بھر خانہ داری کے کاموں اور والد صاحب کی اطاعت میں مصروف رہتیں اور راتوں کو ہم لوگوں کو بٹھا کر نماز کی ترکیب سکھاتیں، کلام مجید کی چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد کراتیں، اللہ و رسولؐ کے تذکرے کرتیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم اجمعین کے واقعات بتاتیں، بزرگوں کی سچی سچی کہانیاں سناتیں، ساتھ ہی ساتھ نیکیوں کی ترغیب دیتیں، برائیوں کے برے نتائج دکھاتیں، اور کچھ ایسے مؤثر انداز میں کہتیں کہ دل خود بخود مائل ہو جاتا اور یہ ان کا روز کا معمول تھا۔

میری والدہ حافظ قرآن ہیں، مجھے بھی انہوں نے حفظ کرنے کی ترغیب دی، پھر کچھ سوچ کر منع فرما دیا۔ لیکن اتنے عرصے میں سورۂ بقرہ یاد کر چکی تھی، پھر انھیں کے فرمانے سے سورہ یٰسین، سورہ رحمٰن، سورہ ملک، سورہ قیامہ، سورہ دخان اور اپنے شوق سے سورۂ فتح، سورہ عم، سورہ مزمل، سورۂ جمعہ میں نے یاد کیں جو اب تک مجھے یاد ہیں، اس زمانہ میں ڈپٹی نذیر احمد مرحوم کی کتابوں کی بہت قدر تھی، ہر گھر میں ان کی کتابیں موجود تھیں، میں نے بھی مرآۃ العروس، بنات النعش، توبۃ النصوح پڑھیں، بنات النعش سے جغرافیہ کا شوق ہوا، حساب سیکھنے کا احساس ہوا، چنانچہ تھوڑا بہت سیکھ بھی لیا، توبۃ النصوح میں نصوح کے خواب سے بہت عبرت ہوئی اور دین کی طلب پیدا ہو گئی، مرآۃ العروس سے بہت کچھ حاصل ہوا، گویا میری بہت ہی کم عمری کا زمانہ تھا، لیکن بڑی بڑی بات حاصل کرنے کا جذبہ فطری تھا، بس اصغری کے حالات پڑھ کر بے اختیار جی چاہا کہ ان جیسی بن جاؤں چنانچہ خانہ داری کا شوق، سینے پرونے اور پکانے کی خواہش اور لڑکیوں کو پڑھانے کا جذبہ اسی کتاب کے دیکھنے سے پیدا ہوا، چنانچہ کئی لڑکیوں کو پڑھنے کے لیے بٹھا لیا، ہوتے ہوتے پورا مکتب قائم ہو گیا اور کتنی ہی لڑکیاں فارغ ہو کر نکلیں، مجھ کو خود پڑھانے سے فائدہ پہنچا اور جو خانہ داری کا سلیقہ آیا، وہ اسی کتاب کی بدولت، پھر علامہ راشد الخیری کی کتابیں صبح زندگی، شام زندگی، شب زندگی، نوحہ زندگی، منازل السائرہ دیکھیں، ان میں سب سے زیادہ شام زندگی کا مجھ پر اثر ہوا۔ آنے والی زندگی میں اس کتاب نے بڑی رہبری کی، پھر نذر سجاد صاحبہ اور محمدی بیگم صاحبہ کی کتابیں دیکھیں، ان کتابوں میں آج کل، چندن ہار، اور بد مزاج دلہن سے بہت نصیحت حاصل ہوئی، آج کا کام کل پر ڈالنے کی میری بھی عادت تھی، وہ اسی کتاب کے دیکھنے سے چھوٹی۔

میرے خالو آنریری مجسٹریٹ مولوی سید خلیل الدین مرحوم نے بہت سی مذہبی کتابیں منگوائیں جن میں اسوۂ صحابہؓ، اسوۂ حسنہ، سیرۃ الصحابیاتؓ، بندگی وغیرہ تھیں، موصوف نے وہ کتابیں مجھے بھی دیکھنے کو مرحمت فرمائیں، ان کتابوں کو میں نے بہت ذوق وشوق اور غور وفکر سے پڑھا، صحابۂ کرام، صحابیات رضی اللہ عنہم اجمعین کے تمام اخلاق و عادات کا ایسا اثر پڑا کہ ان خوبیوں کے حاصل کرنے کے شوق میں بے خود ہو گئی، پھر قاضی سلیمان کی رحمۃ للعالمینؐ حصہ اول وحصہ دوم، اور مولانا سید سلیمان ندوی کی رحمت عالمؐ اور سیرت عائشہؓ پڑھیں، سیرت عائشہؓ کے پڑھنے سے عربی کا شوق اور عالمہ بننے کا جذبہ پیدا ہوا، اس وقت میرے خاندان میں عورتوں میں صرف کلام مجید اور

مسئلے مسائل کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں اور میرا شوق میرے اختیار سے باہر تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے چھوٹے بھائی ابوالحسن علی سلمہ سے چپکے چپکے عربی پڑھنا شروع کی، علی سلمہ بھی اس وقت طالب علم تھے جو خود پڑھتے تھے وہی مجھ کو بھی پڑھاتے تھے، رفتہ رفتہ میں نے بہت کتابیں پڑھ لیں، گو عالمہ نہ بنی مگر خدا کا شکر ہے کہ امام نووی کی ’ریاض الصالحین‘ کا ترجمہ کرکے ’زادسفر‘ اور ’قصص النبیین‘ کا ترجمہ کرکے بچوں کی ’’قصص الانبیاء‘‘ لکھ سکی۔

میرے والد ماجد کے حقیقی پھوپھا سید عبد الرزاق کلامی میاں کی تصنیف گوہر مخزوں، حسام الاسلام، صمصام الاسلام دیکھیں اور سنیں، اس کے دیکھنے سے میرے دل میں عزم واستقلال کی لہر دوڑ گئی، دن کو میری خالہ پڑھتیں اور سب بہت ذوق و شوق سے سنتے اور مزے لیتے اور رات کو ہم اور علی بیٹھ کر آپس میں صحابہ کرامؓ کے کارنامے اس ذوق و شوق سے بیان کرتے کہ اچھل اچھل پڑتے۔

اسی اثنا میں اپنے والد ماجد کی گل رعنا دیکھی اور دیوان غالب، دیوان مومن، کلیات میر تقی میر، میر درد، سودا، آتش، امیر مینائی اور کلیات اکبرالہ آبادی، مسدس حالی اور اپنے دادا صاحب کی مسدس خیالی، اقبال کی بانگ درا اور شکوہ، جواب شکوہ دیکھا، ان کتابوں کے دیکھنے سے شعر وشاعری کی طرف طبیعت راغب ہوئی اور کچھ ٹوٹے پھوٹے شعر کہنے کے قابل ہوئی، چونکہ طبیعت کا رجحان دعا اور مناجات کی طرف بہت تھا، وہ رجحان رنگ لایا، چنانچہ مناجاتوں کا ایک مجموعہ تیار ہوگیا، اللہ تعالیٰ ان دعاؤں اور مناجاتوں کو قبول فرمائے اور ہر بہن کو نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

ہماری مطبوعات

عمدہ کاغذ - بہترین طباعت - خوبصورت سرورق

نمبر شمار	اسمائے کتب	قیمت
۱	قصص النبیین (اول)	40/=
۲	قصص النبیین (دوم)	40/=
۳	قصص النبیین (سوم)	50/=
۴	قصص النبیین (چہارم)	50/=
۵	قصص النبیین (پنجم)	75/=
۶	القراءۃ الراشدۃ (اول)	60/=
۷	القراءۃ الراشدۃ (دوم)	60/=
۸	القراءۃ الراشدۃ (سوم)	50/=
۹	معلم الانشاء (اول)	75/=
۱۰	معلم الانشاء (دوم)	80/=
۱۱	معلم الانشاء (سوم)	80/=
۱۲	مختارات (اول)	130/=
۱۳	مختارات (دوم)	130/=
۱۴	منثورات	130/=
۱۵	الادب العربی	120/=
۱۶	شرح شذور الذہب	120/=
۱۷	الفقہ المیسر	120/=
۱۸	قطر الندیٰ	100/=
۱۹	سوانح مولانا محمد یوسفؒ	250/=
۲۰	تہذیب الاخلاق	150/=
۲۱	شذیٰ العرف	140/=
۲۲	تذکرہ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ	80/=
۲۳	مباحث فی علوم القرآن	80/=
۲۴	علم التصریف	65/=
۲۵	تمرین النحو	60/=

ملنے کے پتے:

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ	9889378176
مکتبۂ اسلام، امین آباد، گوئن روڈ، لکھنؤ	9415912042
مکتبہ الفرقان، نظیر آباد، لکھنو	9936635816
مکتبہ احسان، حسن منزل، مکارم نگر، لکھنؤ	9335982413
مکتبہ علمیہ، شباب مارکیٹ ندوہ روڈ، لکھنؤ	9198621671
مکتبہ دارین، نزد شباب مارکیٹ ندوہ روڈ، لکھنؤ	9335858300
مکتبہ طوبیٰ، ندوی منزل، ندوہ روڈ، لکھنؤ	9005505629
مکتبہ ندویہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ	8127274141

ناشر:

مجلس صحافت ونشریات

ٹیگور مارگ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

تاریخ اسلام

تاریخ اصلاح وتربیت

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسول الله محمد ابن عبد الله الصادق الأمين، وعلى آله الطيبين الطاهرين وعلى أزواجه وأصحابه الغرّ الميامين وعلى من تبعهم بإحسان ودعا بدعوتهم إلى يوم الدين، أما بعد!

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو انسانی تاریخ کے ترقی یافتہ زمانہ کے آخری دور کے لیے مخصوص فرمایا لیکن غیر تعلیم یافتہ، وغیر ترقی یافتہ صحرائے عرب والی قوم میں مبعوث فرمایا جو دو عظیم اور متمدن مملکتوں کے درمیان اپنے محدود حالات کے ساتھ بسے ہوئے تھے اور یہ قومیں تعلیم وتمدن کے بام عروج پر اور یونانی عقل وفلسفہ کے علم سے فیض یافتہ تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان کے ساختہ پرداختہ علم وتمدن سے علاحدہ رکھتے ہوئے فطری صلاحیتوں پر وحی الٰہی کی تعلیمی وتربیتی ہدایات سے فیض یافتہ بنانا چاہا تھا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسے عوامل مقدر فرمائے جو اس مقصد کے لیے مفید تھے اور وحی کے ذریعہ تعلیم دی اور تربیت بھی فرمائی، اور انسانوں میں اس قوم کو جس کے افراد فطرت انسانی کے فطری اوصاف تک محدود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ورفاقت کے لیے منتخب کیا، اور ان کی تعلیم وتربیت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کرائی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ کا یہ وصف قرآن مجید میں بیان فرمایا: ”هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْأُمِّیِّیْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَإِنْ کَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ“ [سورۂ جمعہ/۲] (وہی ذات ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے جبکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے)۔

اور پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمانی تربیت کے بعد اپنے رفقاء اور اصحاب کی تربیت سپرد کی جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثالی جماعت تیار ہوئی، قرآن مجید نے اس تربیت یافتہ جماعت کی واضح الفاظ میں یوں تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا: ”هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهِ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْداً، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهُ أَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُکَّعاً سُجَّداً یَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً، سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِیْ التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِیْ الْإِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهِ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْکُفَّارَ ط وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَّأَجْراً عَظِیْماً“ [سورۂ فتح/ ۲۸، ۲۹]

(وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو ہر دین پر غالب کردے اور اللہ ہی گواہی کے لیے کافی ہے۔ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ انکاریوں پر زور آور ہیں اور آپس میں مہربان ہیں آپ انھیں رکوع اور سجدہ کرتے دیکھیں گے، اللہ کا فضل اور خوشنودی چاہتے ہیں ان کی علامتیں سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں ان کی یہ مثال تورات میں ہے اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے جیسے کھیتی ہو جس نے اکھوا نکالا پھر اس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹا ہوا پھر اپنے تنے پر کھڑا ہو گیا کھیتی کرنے والوں کو بھانے لگا تاکہ وہ ان سے انکار کرنے والوں کو جھلادے، ان میں سے جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے ان سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے)۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے اس سے اس کی طبیعت مانوس ہوجاتی ہے اور مل جاتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت ہوگئی تھی جسے عشق کہتے ہیں، اس لیے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی میں ڈھل گئے، آپ کی مرضی توحید وعبودیت، اخلاص وتقویٰ اختیار کرنے اور اللہ کا ہو کر رہنے کی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کو کہا گیا کہ اس سے اللہ کی سچی محبت حاصل ہوگی، اور اس کے نتیجہ میں اللہ کا محبوب بننا آسان ہوگا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت تھی جس کی تاریخ انسانی میں نظیر نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کانٹا چبھے یہ بھی ان کے کسی ایک فرد کو برداشت نہ تھا، چاہے زندگی سے ہاتھ دھونا پڑجائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عشرۂ مبشرہ اور ان

میں حضرات خلفائے راشدین میں یہ بات زیادہ جلوہ گر ہوئی اور اصحاب اربعہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں یہ شان زیادہ نمایاں تھی، انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت پہلے سے تھی اور یہ تعلق بعثت نبوی سے پہلے سے تھا، جیسے بعض لوگوں سے رفاقت اور ہم عمری کی صورت میں ہوجاتا ہے یا خاندانی رشتہ، وطنی تعلق کی بنا پر مسلسل ربط کی صورت میں دو شخص دوست ہوجاتے ہیں، لہٰذا جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت آئی تو انھوں نے فوراً قبول کرلی، نبوت کے بعد اس تعلق میں دینی عنصر شامل ہوگیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا مزاج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج سے دینی ربط کی بنا پر بہت حد تک یکساں ہوگیا اور ان کی شخصیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں ڈھل گئی۔

مزاج میں یکسانیت یا مشابہت اور رفاقت کے مزید بڑھ جانے کی بنا پر دوسرے صحابہ کے مقابلہ میں رفاقت کی خصوصیات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب تر ہوگئے، اسی مزاجی قرب کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سانحۂ عظیم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کی شخصیت سے تقویت حاصل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے زیادہ قریب تر محسوس کی گئی اور سرکردگی کے معاملات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے زیادہ قرب محسوس کیا گیا اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار کردہ طرز بہت حد تک جاری رہا اور اس میں دو سال کی مدت نے قوت اور پختگی مزید پیدا کردی اور نظم و انتظام اور قابل عمل معاملات میں سابقہ طریقہ قائم و جاری وساری ہوگیا اور اس کی بنیاد مضبوط ہوگئی، اور اسی کے ساتھ مملکت کا دائرہ عمل وسیع ہوتا چلا گیا۔ فتوحات میں وسعت کی بنا پر حالات اور نظم وضبط کے تقاضے بہت بڑھنے لگے، اس لیے عظیم تنظیمی خصوصیات کی حامل شخصیت کی سربراہی کی ضرورت پیدا ہوئی، اس کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سربراہی مقدر فرمائی گئی، جن کی اس خصوصیت کو خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا تھا اور اپنے بعد کے عہد کے لیے ان کو تجویز کیا، جو نئے نظام عمل کے لیے زیادہ موزوں محسوس کیے گئے اور انھوں نے ذمہ داری ملنے پر اپنی اس صلاحیت کا غیر معمولی ثبوت دیا، انھوں نے اسلامی مزاج کا پابند بنانے کا کام بخوبی انجام دیا۔

مزید یہ ضرورت بھی پوری کی کہ دینی مسائل میں جہاں شبہات کا فائدہ اٹھانے کی صورت حال کو کنٹرول کیا اور اس میں جس اجتہاد کی ضرورت تھی، اس پر عمل کیا، چنانچہ بعض ایسے معاملات میں جزم اور قطعیت سے کام لیا اور تعلیم و تربیت اور حکمت و اخلاق کا ایک پورا نظام دیا اور یہ اللہ کی حکمت تھی کہ ان حالات کے لیے اللہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو توفیق عطا کی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے حکیمانہ اور پر عزیمت طرز عمل سے مسلمانوں کی دس سال سربراہی کی اور اسلام کا مثالی نظام عمل مستحکم بنادیا اور اسلامی عہد اول کا بنیادی عہد اس طرح مکمل ہوا۔

پھر اسلام کے عہد اول کی نسل سے اس کے بعد کی نسل کا عہد شروع ہوگیا، اس میں عہد اول کے تربیت یافتہ لوگوں کا دیگر علاقوں اور نئے لوگوں سے اختلاط بڑھ گیا اور وہ بہت سے لوگ جو عہد اول کے تربیت یافتہ تھے، جنھوں نے اللہ اور اس کے دین کے خاطر سخت تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کی تھیں اور دین کی ایک ایک بات پر چلنے کا پورا حوصلہ رکھتے تھے، وہ دنیا سے رخصت ہونے کے سبب کم ہوگئے اور ان لوگوں کی خاصی آمد ہوگئی جو اسلامی فتوحات کے زیر اثر علاقوں سے تعلق رکھتے تھے، جو عموماً مصر وفارس کے لوگ اور دوسرے مقامات کے لوگ تھے، جو اسلامی حمیت اور عمل میں عزیمت کی اس سطح پر نہ تھے، جس پر عہد اول کے لوگ تھے، ان حالات میں اسلام کی دی ہوئی رخصت کو برتنے کی ضرورت تھی، جس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا اور عمومی صورت حال کو دیکھتے ہوئے رخصت پر عمل کا حسب ضرورت اجرا کیا تاکہ دین پر چلنے کا راستہ لوگوں کو دشوار نہ ہونے لگے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فیصلوں اور طریقۂ کار کو دیکھنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اسلام کی تعلیمات کے ضروری طرز عمل کو نافذ کرنے میں ذرا کوتاہی نہیں کی، لیکن عزیمت کے عمل کو ہر حال میں جاری رکھنے کا خیال رکھنے والوں کو اعتراض ہوا، اس اعتراض نے اختلاف کی شکل اختیار کی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا جو اسلامی نظام کے ابتدائی دور میں پیش آنے سے بڑا مسئلہ بن گیا، اور ان ہی حالات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مزاج عزیمت کے معاملہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مزاج تھا، انھوں نے اسی طرز کو اختیار کرنے کی کوشش کی، اس میں ان کو خاصی دشواری پیش آئی، ان کے پیش نظر یہ تھا کہ لوگ رخصت پر عمل کرنے پر کہیں اس کے اتنے عادی نہ ہوجائیں کہ تنعم اور سہولت پسندی، دین کے لیے قربانی اور مجاہدہ سے گریز کرنے لگیں، اس کا اظہار ان کے خطبات میں ملتا ہے، البتہ انھوں نے بڑھتی ہوئی اخلاقی اور سماجی برائیوں کے

ازالہ اور صحیح اسلامی معاشرہ کو قائم کرنے کے لیے شخصی طور پر افراد کو تیار کر کے لوگوں میں دین مضبوط کرنے اور اللہ سے تعلق بڑھانے کا طریقہ اختیار کیا اور اپنے طرز عمل سے زہد و استغنا، قناعت و توکل کا وہ نمونہ پیش کیا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یاد دلاتا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے اور کم عمری ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت اور سرپرستی میں آگئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں رہنے کے ساتھ بعد میں مزید یہ بات حاصل ہوئی کہ ان کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا بحیثیت زوجہ کے آگئیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تربیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عزیمت پر عمل کرنے کی تھی کہ ان کو ذرا بھی سہولت والی بننے والا نہیں بنایا تھا اور ان کو مشقت کی زندگی کا عادی بنایا تھا، اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رفاقت رہی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزاج اسی انداز کا بنا، خطرات کے موقعوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آگے رکھتے تھے، اور دنیا کی سہولتوں سے فائدہ اٹھانے میں پیچھے رکھتے تھے، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزاج زہد و قناعت، استغنا اور سادگی اختیار کرنے کرانے کا بن گیا تھا اور یہ وصف ان پر ہمیشہ غالب رہا، لیکن ان کو خلافت کی ذمہ داری اس عہد میں ملی جو عزیمت کے برداشت کرنے میں کوتاہی والا عہد تھا، اس کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاصی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن اسلام کے ان دونوں پہلوؤں کے عملی نمونوں کو خلفائے راشدین کے ذریعہ زیر عمل آنے اور ان کی اپنی اپنی جگہ اہمیت ثابت ہونے کا عملی اظہار پوری طرح سامنے آگیا اور اس طرح خلافت راشدہ کے اصول و طریقہائے کار عملی مثال بن گئے۔

چاروں خلفائے راشدین کے طریقہائے عمل میں ان دونوں پہلوؤں کے نمونے ملتے ہیں جو ان کے اوصاف میں نظر آتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مزاج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج سے جو قرب و مناسبت تھی اس کا اظہار ان کی خلافت میں ہوا، جو نبوت کے بعد سب سے اونچا مقام ہے ان کو ان کی اسی صفت پر "صدیق" کا لقب ملا، جس میں ان کے عمل تصدیق کو بڑا دخل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روزِ اول سے مکمل تصدیق کی اور جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اسی وقت اسی حیثیت سے مانا اور تسلیم کیا، ان کی اس صدیقیت اور رفاقت کا اعتراف زبان رسالت سے یہ ادا ہوتا ہے کہ "لو كنت متخذاً خليلاً لاتخذت أبابكر خليلاً."

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سانحۂ عظیم کے بعد امت کو سنبھالنے کا کام کیا اور سب سے پہلے لوگوں کے ایمان وعقیدہ کی فکر کی، پھر دین کے اجزاء کی حفاظت کے لیے قدم اٹھایا، اور صاف لفظوں میں یہ کہا: "أينقص الدين و أنا حي؟" کہ میرے جیتے جی دین میں کمی زیادتی کی بات نہیں ہوسکتی۔

اسی طرح مقام رسالت ونبوت میں شرکت کی بات کہنے والوں کے خلاف برسرپیکار ہوئے اور اس طرح مدعیان نبوت کے فتنہ پر قابو پایا اور جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس پیمانہ پر چاہتے تھے اسی وزن اور پیمانہ پر اس کو انجام دینے کی کوشش کی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو "فاروق" کا خطاب ملا، اور اس سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق یہ بات فرمائی کہ: "میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔"

اس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ان اقدامات، فیصلوں کی تائید ہوتی ہے جو انھوں نے اپنی غیر معمولی فراست ایمانی سے کیے، ان کو فاروق اس لیے کہا گیا کہ دین کے نفاذ میں وہ کسی کی رعایت و مروت کے قائل نہ تھے اور حق و باطل کو اپنے عمل و کردار اور اقدام کے ذریعہ واضح کردینے والے تھے تاکہ حق و باطل میں کسی طرح شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے، اور باطل کو پنپنے کا ذرا بھی موقع نہ ملے، اس میں وہ اپنی ایمانی طاقت اور دینی فراست سے مدد لیتے تھے جو اعلیٰ درجہ پر اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی تھی اور اس میں ان کی امتیازی شان کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا، اور ان کی تعریف کی تھی، اس کے ساتھ ان کا یہ وصف برابر ممتاز رہا کہ جہاں کہیں ان کو یہ محسوس ہوتا کہ کہیں ان سے زیادتی ہوگئی ہے تو فوراً اس کی تلافی کرتے اور صاحب معاملہ سے معافی طلب کرلیتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اجتہاد بھی کرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ غلطی کا ارتکاب بھول چوک سے یا کسی جسمانی کمزوری اور کسی دباؤ کے نتیجہ میں تو نہیں ہوا ہے؟ اسی طرح وہ اصول اور اصول کے نفاذ دونوں کا خیال رکھتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی انفرادی خصوصیت جو انھیں سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ممتاز کرتی ہے وہ ان کی حیا اور مروت والی صفت ہے، جس کا لحاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے اور ایک موقع پر فرمایا کہ "ان کا لحاظ فرشتے بھی کرتے ہیں۔" یہ صفت اللہ نے ان کے اندر فطری طور پر رکھی تھی، جس بات کو لوگ پسند نہیں کرتے، فطری طور پر ان کی طبیعت ان کاموں اور ان باتوں سے دور رہتی تھی، یہ حیا و مروت ان کی زندگی کے تمام گوشوں پر محیط تھی، چنانچہ جب وہ

خلیفہ ہوئے تو ان کے فیصلوں اور اقدامات میں ان کا یہ وصف جلوہ گر ہوا، دوسرے مزاج اور طبیعت والوں کو ان سے اختلاف ہوتا لیکن امت کے لیے مفاد کی بات اسی میں تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے سامنے آئی اور نظام حکومت میں کارپرداز اور ضرورت کے مطابق اہلیت رکھنے والوں سے کام لینے میں انھوں نے توسع سے کام لیا اور اسے ضرورت کے تقاضہ اور اسلام کی طاقت کو قائم رکھنے کے لیے ضروری سمجھا اور انھوں نے اپنے اقدام اور طرز عمل کے ذریعہ وسیع نظام حکومت کو چلایا اور اسلام کی سربلندی کو قائم رکھا۔

جہاں تک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی انفرادی خصوصیت کا تعلق ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست تربیت وسربراہی نے ان میں خصوصی طور پر دینی رسوخ پیدا کر دیا تھا، ان کی سوجھ بوجھ بھی بڑی فائق ہوگئی تھی اور ان کے پیش روتینوں خلفاء نے ان کے اس وصف سے پورا فائدہ اٹھایا، اور ان کی قدر کی، اور یہ محاورہ ان کی نسبت سے مشہور ہوا کہ "قضية ولا أبا حسن لها" کہ مشکل مسئلہ درپیش ہے مگر ابوالحسن موجود نہیں ہیں۔

انھیں اپنے عہد میں اندرونی خلفشار اور داخلی فتنوں کا سامنا کرنا پڑا اور انھوں نے خلافت کے استحکام، امت کی وحدت کی بقاء کے لیے اور دین کی باتوں کو اپنے مقاصد کے لیے اس کے صحیح مفہوم سے ہٹ کر الگ مفہوم لینے کے خلاف اعلان جنگ کیا اور جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل ارتداد کے خلاف اعلان جنگ کر کے مجتہدانہ قدم اٹھایا تھا، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے داخلی شورشوں اور فتنوں کے خلاف اور امت کو گمراہی سے بچانے کے لیے امت کے افراد کے خلاف تلوار اٹھائی تا کہ دین اپنی جگہ سے ذرا بھی ہٹنے نہ پائے اور وہ کسی قسم کی تحریف کا کسی دور میں بھی شکار نہ ہو، اور اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں وارد ہوئے ہیں، ان کے مصداق قرار پائے کہ "من كنت مولاه فعلي مولاه" اور "أنت بمنزلة هارون مني." تو جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں فتنۂ سامری سے بچانے کی کوشش کی، اسی طرح امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو فتنۂ ابن سبا سے بچانے کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سینہ سپر ہوگئے۔

اس طرح مسلمانوں کے لیے ان کا یہ دین اسلام قیامت تک کے لیے مکمل کر دیا گیا، اور خلفائے اربعہ کے مذکورہ بالا صفات وطرز ہائے عمل کے ذریعہ واضح اور مثالی بنا دیا گیا، اب قیامت تک جس طرح کے بھی حالات ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور خلفائے راشدین کی زندگی میں ان کے لیے نمونہ مل جائے گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر بھی اس طرح عمل کی توفیق ملے گی جس میں آپ نے اپنی سنت و سیرت کو پیش نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ خلفائے راشدین کی سیرت کو بھی پیش نظر رکھنے کو فرمایا تھا، حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين." (تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت اختیار کرنا لازم ہے)۔

اس طرح کتاب وسنت کا دائرہ ہر دور میں برقرار رہے گا، خلفائے راشدین نے اسی دائرہ میں رہ کر تمام انسانی معاملات کا دائرہ پیش کیا۔

ان خلفائے اربعہ کے بعد نصف سال کی مدت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ہوئی، جو خلافت راشدہ ہی کا جزو ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ کے خلف اکبر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبط اکبر تھے، ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انتخاب خلیفہ کے متعینہ طریقہ سے منتخب کیا گیا اور خلافت کے مثالی طرز عمل کے وصف کے ساتھ خلافت راشدہ کا اختتام ان کی خلافت پر ہوا اور پھر خلافت کا وہ عہد شروع ہوا جو بعد میں علی العموم اپنایا جاتا رہا جو توسع اور حسب ضرورت طریقہ کار اختیار کرنے کے طرز کا حامل رہا۔

حضرت حسنؓ کے خلافت کی ذمہ داری سے تنازل کرنے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہوجانے کے سلسلہ کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہوئی جو ان کے اس طرز عمل کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی کہ: "میرا یہ بیٹا سردار ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔"

ان کے اس طرز عمل کے نتیجہ میں خلافت کے سلسلہ میں جو اختلافی صورت پیدا ہو رہی تھی وہ ختم ہوئی اور نظام خلافت میں یکجہتی پیدا ہوئی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، انھوں نے اسلام اور ملت کے مفاد میں جو کام انجام دیئے اس سے اسلامی مملکت کو بڑی تقویت ملی اور دین کے نافذ ہونے میں بڑی سہولت حاصل ہوئی، لیکن جب ان کی وفات کے بعد یزید کو ان کے جانشین کے طور پر پیش کیا گیا تو اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا کہ ان کی زندگی ایک دینی پیشوا کی زندگی محسوس نہیں کی جارہی تھی اور ان کا طریقہ انتخاب بھی اس طریقہ سے مختلف تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اول و دیگر خلفائے راشدین کے انتخاب میں اختیار کیا گیا، چنانچہ کئی کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس نامزدگی کو قبول

نہیں کیا اور اپنی اس ناپسندیدگی کو ظاہر کیا، ان میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی تھے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ماننے والے رہے تھے وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان محبوب شخصیت کے مالک تھے، انھوں نے بھی ناپسندیدگی ظاہر کی اور جب حکومت کی طرف سے دباؤ زیادہ پڑا تو مدینہ منورہ سے عراق منتقل ہوجانے کا فیصلہ کیا، جہاں کے لوگ آپ کو بلا رہے تھے، وہاں جانے پر جب دباؤ طاقت سے ڈالا گیا تو انھوں نے مقابلہ کیا اور کربلا کا واقعہ پیش آیا، جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ خاندان نبوت کے ایک درجن سے زائد افراد شہید ہوگئے۔

دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دونوں کا طرز عمل خلافت نبوت کی روح کی حفاظت کے لیے تھا اور اس میں بھی وہ بہترین نمونہ اہل ایمان کے لیے ہے، جنھیں مختلف ادوار میں ان حالات سے گزرنا پڑ سکتا ہے۔

سیاست، اخلاق، معاملات، عقائد و عبادات، تمام چیزوں میں اللہ نے نمونے بنائے، حضرات خلفائے راشدین کو ان تمام شعبۂ حیات میں نمونہ بنایا اور دین جو زندگی کے تمام امور پر محیط ہے، عبادت، اخلاق، معاملات، سیاست میں خلفائے راشدین نے وہ نمونے چھوڑے جن کو سامنے رکھ کر دنیا کی مختلف جگہوں اور مختلف ادوار کے لوگ ان میں سے کسی ایک کے بھی طریقہ کار کو زمان و مکان کے فرق سے نمونہ بنا کر رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرات خلفائے راشدین کے بعد جو نظام حکومت و سیاست اختیار کیا گیا، ہم ان کو اگر نمونہ کا نہ کہیں تو بھی تنقید اس لیے نہیں کر سکتے کہ ہم کو نہیں معلوم کہ اس وقت کے کیا حالات ان کو درپیش تھے، البتہ خلفائے راشدین اور بعض اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خانوادۂ نبوت کے افراد نے لوگوں کی شخصی زندگی کو اسلام کے سانچہ میں ڈھالنے کا کام اپنے اپنے انداز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور قرآن مجید اور حدیث نبوی کی روشنی میں انجام دیا اور تعلیم حکمت و اخلاق کے ساتھ عوام الناس کی زندگیوں میں دین کا رنگ چڑھانے کا کام کیا۔

ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور خلفائے راشدینؓ کے اسوہ و طریقۂ زندگی سے پوری رہنمائی ملتی ہے اور جس کی زندگی جتنی سیرت نبویؐ اور سیرت خلفائے راشدینؓ سے قریب رہی ہے، اس کے ذریعہ لوگوں میں دین کا رنگ چڑھانے کا کام زیادہ اچھے انداز سے انجام پایا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین اور تابعین کے بعد تبع تابعین اور پھر عہد بہ عہد الگ الگ مقامات پر شخصیتیں سامنے آتی رہیں اور تعلیم دین کے ساتھ تزکیۂ نفس اور تربیت و اخلاق کا کام انجام پاتا رہا۔

اللہ تعالیٰ نے "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ" کے ذریعہ لوگوں کے اندر دین اتارنے کی ترغیب دی ہے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیف قلب، حسن اخلاق اور اس راہ میں مشقت، زحمت برداشت کرنے سے کام لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقہ کی پیروی علماء و مشائخ نے ہر دور میں کی۔

دعوت دین جو حکمت اور موعظتِ حسنہ یعنی حکمت اور اخلاق و محبت سے دی جائے گی، دین کو اس کیفیت کے ساتھ پیش کرنے کا کام اہل قلوب اور صوفیاء نے انجام دیا اور ان کے ذریعہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کو اختیار کرنا لوگوں کے لیے زیادہ آسان ہوا۔ اور جہاں تک "وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" کا تعلق ہے تو یہ کام علماء نے علمی دلائل اور بحث و جدال کے ذریعہ احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے کیا، اس کی ضرورت خاص طور پر اس وقت زیادہ پڑتی ہے جب شکوک و شبہات اور باطل سے تأثر کے نتیجہ میں انسان کا دماغ زیادہ متأثر ہوتا ہے، اس طرح دل کی اصلاح اور نفوس کی تربیت کا کام اصحاب علم و دانش نے کیا اور کوئی بھی دور ایسی باکمال شخصیتوں سے خالی نہ رہا۔

ضرورت تھی کہ تاریخی طور پر اس موضوع کو اختیار کر کے کام کیا جاتا، خوشی کی بات ہے کہ عزیزی سید محمود حسن حسنی ندوی سلمہ نے اپنے بڑوں کے مشورہ سے یہ کام شروع کیا اور اس تاریخ کا جس کو انھوں نے "تاریخ اصلاح و تربیت" کا نام دیا ہے، پہلا حصہ جو سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت خلفائے راشدین سے متعلق ہے، جس میں انھوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اسوۂ حسنہ کو بھی لیا ہے اور ان کے بعد سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے طریقۂ کار کا بھی ذکر کیا ہے، دونوں تربیت یافتہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور اپنی اپنی حیثیت سے دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور توجہ سے گزرے، اور اس کی برکت سے ان دونوں نے دین کے لیے جو قدم اٹھائے وہ نصرتِ حق اور دین کے معیارِ اعلیٰ کی حفاظت کے مقصد سے تھا۔

خلافت راشدہ کا یہ عہد نظام اسلام کے نفاذ کے مختلف پہلوؤں کی مثال پیش کرتا ہے، کتاب و سنت سے جو رہنمائی عہد رسالت میں ملی تھی، اس کو بجنسہٖ نافذ کرنے کی مثال عہد صدیقی میں اور توسع حاصل ہونے اور حالات میں تنوع پیدا ہونے پر عزیمت کو قائم رکھتے ہوئے ذرائع میں مجتہدانہ توسع اختیار کرنے کا کام عہد فاروقی میں ہوا اور عزیمت کے ساتھ حسب ضرورت رخصت سے

فائدہ اٹھانے کا عمل عہد عثمانی میں ہوا اور امت کے وسیع اور مختلف النوع طبقات کے اثر سے اختلاف پیدا ہونے کا مقابلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ہوا، اس کے لیے قرآنی نص کی تائید ان کو حاصل تھی، وہ یہ ہے: ”وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ“ [سورۂ حجرات/۱۰]

(اور اگر اہل ایمان میں دو فریق لڑ پڑیں تو ان دونوں میں میل ملاپ کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کے لیے جھک جائے، پس اگر وہ جھک جاتا ہے تو پھر دونوں میں برابری سے صلح کرادو اور انصاف سے کام لو، بلا شبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے)۔

پھر وحدت کی خاطر اپنے منصب سے تنازل کی مثال حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سامنے آئی، اور ان کا عمل اس کے بعد والی آیت کا مصداق ہوا، وہ یہ ہے: ”إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ“ [سورۂ حجرات/۱۱] (تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں، تو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم پر رحمت ہو)۔

کتاب کا پہلا حصہ اسی مذکورہ عہد پر مشتمل ہے، کتاب کے دوسرے حصہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان شخصیتوں کو پیش کیا گیا ہے جو عشرۂ مبشرہ میں ہیں، اور وہ خلافت نبوت کے خاص اعوان اور معتمد ارکان تھے اور ان کے علاوہ اور وہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیازی معاملہ رہا اور ان کے سلسلہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اونچے کلمات بھی ارشاد فرمائے اور اہم موقعوں پر وہ ساتھ رہے، پھر ان کی صحبت یافتہ وہ ربانی شخصیتیں رہیں جن سے فرد اور سماج کی بڑی اصلاح ہوئی اور ان کے ذریعہ خالص دینی و ایمانی تربیت سے امت کے برگزیدہ افراد تیار ہوئے، ان میں بعض وہ شخصیتیں بھی ہیں جو اپنے بلند علمی مقام کی حامل تھیں اور اس کے ساتھ وہ اصلاح و ارشاد کے کام میں بھی مرجع بنیں۔

مولوی سید محمود حسن حسنی ندوی سلمہ نے تاریخ اسلام کے مختلف ادوار کی شخصیتوں میں مرکزی شخصیتوں کو نمونہ کے طور پر لیا ہے، اور ان کی سیرت کو پیش کرنے کے ساتھ ان کے اصلاح و تربیت کے منہج کو بھی پیش کیا ہے، جن شخصیتوں کا تذکرہ رہ گیا ہے وہ اس لیے ہے کہ تمام شخصیتوں کا احاطہ کسی ایک کتاب میں نہیں کیا جاسکتا، انھوں نے ایک تسلسل دکھانے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کا درخت اپنے موسم میں برابر پھل دیتا رہا ہے۔

ان کا یہ کام دراصل ان کے ادارے دارعرفات (رائے بریلی) کا کام ہے، جس سے وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد وابستہ ہوئے اور ادارے کے ذمہ داروں نے انھیں یہ کام سپرد کیا، انھیں ادارے کے اول سربراہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور دعائیں بھی حاصل رہیں اور اپنے اس کام میں انھوں نے ان کی فکر اور تصنیفات سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ میں اس کام کے مبارک و مفید ہونے اور اللہ کے یہاں قبولیت کے لیے دعا گو ہوں کہ وہی توفیق دینے والا اور راہیں کھولنے والا ہے۔

(یہ فاضلانہ و بصیرت افروز مضمون نائب مدیر ”تعمیر حیات“ مولانا محمود حسن حسنی ندوی کی تازہ تالیف پر بطور مقدمہ ہے، جس کی پہلی جلد منظر عام پر آچکی ہے، یہ کتاب سات جلدوں میں مکمل ہوگی)۔

☆☆☆☆☆

زبان کی نیکیاں
از مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ
زبان سے تعلق رکھنے والی نیکیوں کا بیان نہایت آسان زبان میں۔
قیمت: 30/-

حضرت ابوبکر الصدیقؓ (سیرت الصدیقؓ)
از صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانیؒ
انبیاء کرامؑ کے بعد سب سے افضل انسان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات، کمالات اور خدمات کا بیان۔
قیمت: 35/-
نوٹ: طلبہ کے لیے خصوصی رعایت
پتہ: مکتبۂ اسلام، رؤف مارکیٹ، گوئن روڈ، لکھنؤ
موبائل نمبر: 9415912042

فکر معاصر

عالم اسلام اور خطرات

تحریر: مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

عالم اسلام اس وقت مختلف مسائل ومشکلات اور خطرات سے دوچار ہے، کہیں تفرقہ بندی و انتشار، کہیں فکری اور مسلکی اختلافات، کہیں اقتدار کے لیے کشمکش، کہیں افکارونظریات کی آویزش، کہیں نظریاتی اور سیاسی تنازعات اور مسلح ٹکراؤ، مستزاد یہ کہ ان سیاسی افکارونظریات کو تھوپنے کے لیے تشدد کا سہارا لیا جارہا ہے، اس صورت حال نے مسلمانوں کو آپس میں دست وگریباں کردیا ہے، گویا کہ پورا عالم اسلام خون ریزی اور جنگ و جدال کا میدان بن گیا ہے، لیبیا، تونس، عراق، مصر، ترکی یمن، شام، لبنان، انڈونیشیا، ملیشیا، مالی، صومالیہ، نائجیریا، سوڈان، بنگلہ دیش اور پاکستان کی یہی صورت حال ہے، خوف ودہشت کا یہ عالم ہے کہ بڑی تعداد میں لوگ نقل مکانی پر مجبور ہیں، مختلف سیاسی، نیم سیاسی جماعتیں اور مسلح تنظیمیں اپنے اپنے مفادات کے حصول کے لیے آپس میں برسرپیکار ہیں۔

علاقائی، قومی اور سیاسی تنازعات سے زیادہ سنگین وہ فکری خطرہ ہے جو لٹریچر اور میڈیا کے راستہ سے اسلام کو نشانہ بنا رہا ہے، اسلام کی گمراہ کن تعبیروتشریح کی جارہی ہے، اور یہ اس وقت اسلام اور مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا چیلنج ہے۔

مسلمانوں کو اپنی طویل تاریخ میں اس سے قبل بھی دشمنوں سے سابقہ رہا اور ان کو بڑی بڑی مسلح جنگیں لڑنی پڑیں، تین سو (۳۰۰) سال تک مسلمانوں نے صلیبیوں کا مقابلہ کیا، یورش تاتار کا مقابلہ کیا جس نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اس کے علاوہ عالم اسلام کے مختلف ملکوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں، جن میں مسلمانوں کا کافی جانی ومالی نقصان ہوا۔ لیکن موجودہ وقت میں عالم اسلام کو جس فکری حملہ کا سامنا ہے وہ سابقہ تمام حملوں سے زیادہ سنگین ہے، اس لیے کہ اب مسلمان نہیں، بلکہ اسلام نشانہ پر ہے۔

قرون وسطی میں استشراق وجود میں آیا، یورپی بیداری کے زمانہ میں یورپ میں علم کو فروغ حاصل ہوا اور مستشرقین کی ایک تعداد نے عالم اسلام کا رخ کیا اور وہاں کے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں درس وتدریس اور بحث وتحقیق کے ذریعہ مستشرقانہ افکار وخیالات (دین میں شکوک وشبہات اور اسلام کی غلط تعبیر وتشریح) کو عام کیا، انہی کی شاگردی اور تربیت میں ایک ایسی جماعت تیار ہوئی جس نے اسلامی تعلیمات اور دینی موضوعات، قرآن، تفسیر، حدیث، تاریخ اور سیرت کو استشراقی نقطۂ نظر سے اپنی بحث وتحقیق کا موضوع بنایا اور اپنے اساتذہ کے گمراہ کن افکار وخیالات کی مسلمانوں میں ترویج واشاعت کی جس کے اثر سے نئی نسلوں کے ذہنوں میں اسلام کے خلاف شکوک وشبہات پیدا ہوگئے۔

مستشرقین کے ان تشکیکی مقالات وتحقیقات اور افکار وخیالات کے اثرات ان لوگوں تک محدود تھے جنہوں نے مغربی زبانوں میں ان کا مطالعہ کیا تھا اور ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی، اور جو ان زبانوں سے ناواقف تھے، وہ ان افکار وخیالات کے خطرہ کو نہ سمجھ سکے، لیکن انیسویں صدی کے اواخر میں اہل علم کے ایک طبقہ نے اس خطرہ کو محسوس کیا اور مستشرقین کے افکار وخیالات اور اس طرز پر جو کتابیں لکھی گئیں ان کا علمی جائزہ لینے کا ان کے اندر داعیہ پیدا ہوا اور انہوں نے مختلف موضوعات، سیرت، قرآن وحدیث اور ان کی جمع تدوین کی تاریخ سے متعلق مستشرقین کی علمی اور تحقیقی کتابوں کا عالمانہ وبصیرانہ جائزہ لیا، ان کی چھان بین کی اور ان کے اعتراضات کا علمی انداز میں مدلل جواب دیا اور ان کے خیالات کی تردید کی۔

اسی طرح مسلم قائدین نے مغربی سامراج کا مقابلہ کیا، آزادی کی تحریکیں وجود میں آئیں اور آزادی کے متوالے اور جیالے سامنے آئے جنہوں نے اپنے ملکوں کی آزادی کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دیں جن کی مثال تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔ صرف الجزائر کی جنگ آزادی میں دس لاکھ مسلمان شہید ہوئے، اور عالم اسلام کے دوسرے خطوں میں بھی لاتعداد مسلمان کام آئے۔

اس وقت اسلام کے لیے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ اسلام کی غلط تعبیر وتشریح اور اس کی صحیح اور صاف ستھری تصویر کو بگاڑ کر پیش کیا جارہا ہے، اسلام کو غلط طریقہ سے سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی جارہی ہے، اور اب دشمن طاقتیں اسلام کو اسی کے ماننے والوں کے ذریعہ ختم کرنا چاہتی ہیں، اس لیے انہوں نے اب دشمنی کا رخ مسلمانوں کے بجائے اسلام کی طرف پھیر دیا ہے، یہ کام ان نام نہاد مسلمان دانشوروں سے لیا جارہا ہے جن کے افکار وخیالات اسلام مخالف اور طریقۂ سلف سے ہٹ کر ہیں، یہاں تک کہ بعض دانشور جو اپنی اسلام پسندی کا دعوی کرتے ہیں ان کے نظریات بھی اسلام کی اساسیات اور مسلمات سے

متصادم ہیں، اور فکر اسلامی کو متقدمین اور علماء دین کی تعبیر وتشریح سے ہٹا کر پیش کررہے ہیں، اور اسلام کے سمجھنے اور سمجھانے میں علماء دین کو چھوڑ کر انہی نام نہاد مسلم دانشوروں کی تشریحات کو اختیار کرنے کی تلقین کی جارہی ہے، ان افکار وخیالات کو مؤثر انداز میں عالم اسلام کی مختلف زبانوں میں لٹریچر کے ذریعہ عوام تک پہنچایا جارہا ہے اور یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ اصل دین یہی ہے، اسلاف اور متقدمین اپنے زمانہ میں روح اسلام کو نہیں سمجھ سکے۔

یہی فکری انحراف عالم اسلام کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے جس کی وجہ سے نئی نسل کی سوچ و فکر کو گمراہ اور ان کو دین بیزار کیا جارہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس خطرہ کا مقابلہ کیا جائے اور ایسے افراد تیار کیے جائیں جو اس نئے فتنہ کا سدباب کریں اور نئی نسل کے سامنے دین کی صحیح تعبیر وتشریح پر مبنی صالح لٹریچر پیش کریں، اس لیے کہ یہ ’’نیا خطرہ‘‘ لٹریچر ہی کی راہ سے آرہا ہے، تاریخ کے ہر دور میں ایسے خطرات پیش آئے اور مصلحین اور مجددین امت نے عصر کے تقاضوں کے مطابق اس کا مقابلہ کیا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوا لکھا ہے:

’’ہر دور میں ایسے افراد پیدا ہوئے، جنہوں نے تحریفات اور تاویلات کا پردہ چاک کیا اور حقیقت اسلام اور دین خالص کو اجاگر کیا، بدعات اور عجمی اثرات کے خلااف آواز بلند کی، سنت کی پرزور حمایت کی، عقائد باطلہ کی بے باکانہ تردید اور مشرکانہ اعمال ورسوم کے خلاف علانیہ جہاد کیا، مادیت اور نفس پرستی پر کاری ضرب لگائی، تعیّشات اور اپنے زمانہ کے ’’مترفین‘‘ کی سخت مذمت کی اور جابر سلاطین کے سامنے کلمہ حق بلند کیا، عقلیت پرستی کا طلسم توڑا اور اسلام میں نئی قوت وحرکت اور مسلمانوں میں نیا ایمان اور نئی زندگی پیدا کی۔ یہ افراد دماغی، علمی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے اپنے زمانہ کے ممتاز ترین افراد تھے اور طاقتور اور دلآویز شخصیتوں کے مالک تھے، جاہلیت اور ضلالت کی ہر نئی ظلمت کے لیے ان کے پاس کوئی نہ کوئی ’’ید بیضا‘‘ تھا، جس سے انہوں نے تاریکی کا پردہ چاک کردیا اور حق روشن ہوگیا، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کو اس دین کی حفاظت اور بقا منظور ہے اور دنیا کی رہنمائی کا کام اسی دین اور اسی امت سے لینا ہے، اور جو کام وہ پہلے تازہ نبوت اور انبیاء سے لیتا تھا، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین اور امت کے مجددین اور مصلحین سے لے گا‘‘۔

[تاریخ دعوت وعزیمت: ج۱/ص:۲۰]

(ترجمانی: محمد سالم سولنکی)

Al Qalam

القلم پبلیکیشنز تعلیم کے شعبہ سے وابستہ ایک ایسا اشاعتی ادارہ ہے جس کی شائع کردہ نصابی کتب اسلامی اقدار پر مبنی ہیں اور جدید دور کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں۔
ادارہ کا مقصد: نوجوان مسلم نسل کو ایسی نصابی کتب فراہم کرنا جن کے مطالعے سے ہمارے طلبہ حکومت کے نئے نظام جانچ مسلسل اور جامع اندازہ قدر (C.C.E) کے تحت تعلیم کے شعبے میں مہارت حاصل کرسکیں اور ان کی مہارتوں کی جانچ کھیل کھیل میں ہوجائے۔ نیز حکومت ہند کے قومی درسیات کے منصوبے NATIONAL CURRICULAR PLAN کی سفارشات کے تحت سائنس اور منطق نیز عملی سرگرمیوں پر مبنی آموزش کے کلچر کو فروغ دینا ہے۔
سائنس اور ٹکنالوجی کے اس عہد میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے عقل وشعور کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرنے کی ترغیب دیں تاکہ تاحیات حصول علم کا شوق رکھنے والی ایک ایسی نسل تیار ہوسکے جو خدا کی مہربانیوں کا شعور رکھتی ہو، آگہی اور علم کی حامل ہو، متوازن ہو اور ذمہ داری کا احساس رکھتی ہو۔ ہم تمام تعلیمی اداروں سے بھرپور تعاون کی اپیل کرتے ہیں اور اللہ جل شانہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم سب کی اس کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین!

ضرورت ہے

ایسے مصنف حضرات (رائٹرز) کی خدمات درکار ہیں جو خالص اسلامی نقطہ نظر سے ہندی، اردو، اور انگریزی زبان و ریاضی، سائنس، سماجیات، کی پہلی سے آٹھویں کلاس تک کی معیاری کتابیں لکھ سکیں۔ خواہش مند حضرات ذیل پتہ پر رجوع کریں۔

اسلامی نصابی کتب کا اوّلین اشاعتی ادارہ۔ اردو ہندی میڈیم اسکولوں اور مدارس کے لئے۔
Pioneer in Islamic Oriented Books for Urdu/Hindi Medium Schools & Madarsas

AL QALAM
Publications Pvt.Ltd.
Al Qalam
القلم پبلیکیشنز
پرائیویٹ لمٹیڈ

Regd. Office : 344, Gali Garhaiyya, Bazar Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-110 006.
Phone : (Off.) 011-2324 1481, 2326 1481 Mob.: 9818883383
website : alqalampublications.com e-mail : alqalambooks@gmail.com

دین ودنیا

چار پیسے کا فائدہ

قربانی کے تعلق سے چند باتیں

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

ہمارے ایک تاجر دوست نے ایک مرتبہ یہ لطیفہ سنایا کہ ایک شخص دن رات اپنے کاروبار میں اتنا منہمک تھا کہ اسے زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کے سوا اور کوئی فکر نہ تھی، جب اس کا انتقال ہوا تو فرشتوں نے پوچھا کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ جنت میں یا جہنم میں؟ اس نے بے ساختہ جواب دیا کہ جہاں چار پیسے کا فائدہ ہو وہاں بھیج دو۔

یہ لطیفہ ہے تو یقیناً گھڑا ہوا لیکن اس خاص ذہنیت اور مزاج کی تصویر ہے جس کے نزدیک اس کائنات میں پیسے سے بڑی کوئی چیز نہیں، جس کے ہر ہر قول وفعل، نقل وحرکت اور انداز وادا کا مقصد پیسے میں اضافہ کرنا ہے، اور جس کام کے نتیجے میں پیسہ حاصل نہ ہو، یا کوئی معاشی فائدہ نہ ملے وہ کام قطعی بے کار ہے، اور اس کے پیچھے اپنی توانائی خرچ کرنا حماقت ہے ، کچھ عرصہ سے اسلامی عبادتوں کے بارے میں بھی بعض لوگ اسی ذہنیت سے سوچنے لگے ہیں، یعنی اسلام میں جو عبادتیں فرض یا واجب قرار دی گئیں ہیں جنھیں مسنون یا مستحب قرار دیا گیا ہے، ان میں ہر سے ہر ایک میں انھوں نے مادی اور معاشی فوائد کی تلاش شروع کردی ہے، اگر کسی عبادت میں کوئی معاشی یا کسی نوعیت کا کوئی فائدہ نظر آگیا تو یہ حضرات نہ صرف خوش ہوتے ہیں بلکہ اسی مادی فائدہ کو عبادت کا اصل قرار دیتے ہیں، اور اگر کسی عبادت میں کوئی معاشی یا مادی فائدہ نظر نہ آئے تو نہ صرف یہ خود اسے انجام نہیں دیتے بلکہ یہ بات تسلیم کرنے سے انکار کردیتے ہیں کہ وہ کوئی عبادت ہے، قرآن کریم نے اسی طرز عمل کی طرف بڑے بلیغ انداز میں ارشاد فرمایا ہے:

”وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِطْمَاَنَّ بِهٖ، وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ، خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ وَذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ“ [سورہ حج:۱۱]

(لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو ایک کنارے کھڑے ہوکر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اگر (عبادت سے) انھیں کوئی فائدہ پہنچ گیا تو مطمئن ہوگئے، اور اگر انھیں کسی آزمائش سے سابقہ پڑ گیا تو (عبادت سے) منھ موڑ لیا، ایسے لوگوں نے دنیا وآخرت دونوں کا نقصان کیا)۔

اسی بنا پر بعض حضرات اس قربانی کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہوجاتے ہیں، جو عیدالاضحیٰ کے موقع پر انجام دی جاتی ہے، انھیں چونکہ اس عمل میں کوئی معاشی فائدہ نظر نہیں آتا، اس لیے وہ باور نہیں کرپاتے کہ ایک ایسا عمل جو کسی نظر آنے والے معاشی یا مادی فائدے سے خالی ہو، عبادت کیسے ہوسکتا ہے اور اسلام اس کی طرف کس طرح دعوت دے سکتا ہے ، ایسے حضرات یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اگر ”قربانی“ میں کوئی معاشی فائدہ ہونا ضروری ہے تو وہ قربانی کیا ہوئی، یہ سالانہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جس قربانی کی یادگار ہے، اس میں کون سا مادی یا معاشی فائدہ تھا، ایک باپ کو حکم ہوتا ہے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کردو، بیٹا بھی کون سا، امنگوں اور مرادوں سے مانگا، جس نے ابھی بلوغ کی منزل بھی طے نہیں کی، باپ نے پلٹ کر یہ نہیں پوچھا میرے معصوم بچے کو کس جرم کی سزا دی جارہی ہے، وہ تو ابھی جرم کے ارتکاب کے لائق بھی نہیں، پھر باپ نے بیٹے کو بھی بتایا کہ خواب کے ذریعہ یہ صبر آزما واقعہ مجھے دکھایا گیا ہے، اس نے بھی یہ سوال نہیں کیا کہ میرا کیا جرم ہے، جس کی سزا میں مجھے ذبح کیا جارہا ہے اور آخر اس حکم میں حکمت اور مصلحت کیا ہے؟

آخر میں کیا ہوا؟ یہ الگ بات ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا، تو اس وقت باپ اور بیٹا دونوں اس کا یہی مطلب سمجھتے تھے کہ باپ کے ذمہ فرض کیا گیا ہے کہ وہ بیٹے کو ذبح کریں، یعنی ایک ایسا عمل کریں جو نہ صرف بے فائدہ ہے بلکہ عام حالات میں قانوناً اور اخلاقاً ہر اعتبار سے انتہائی سنگین جرم ہے، لیکن چونکہ یقین تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لیے اس کی حکمت ومصلحت پوچھنا بندگی کے خلاف تھا، چنانچہ باپ بیٹے دونوں حکم کی تعمیل پر کمر بستہ ہوگئے دونوں اس جذبہ سے سرشار تھے کہ

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

شاعروں نے تو یہ کہہ کر شاعری کی ہے ۔

نہ بود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سردوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور یہ کہ ؎

متاع جاں کو سنبھالے رہیں خرد والے
ہم ابتدائے سفر ہی اسی زیاں سے کریں

لیکن عشق ومحبت اور بندگی کے اس آخری درجہ پر جیتے جاگتے عمل کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کے صاحب زادے نے دکھایا، اس عظیم قربانی کی یادگار میں ایک مسلمان سے جان نہیں مال کا حصہ مانگا گیا ہے، اوروہ بھی اس صورت میں جب وہ صاحب استطاعت ہو، اب اگر وہ اس ادنیٰ مطالبہ پر بھی یہ سوال کرے کہ اس قربانی میں میرا معاشی فائدہ کیا ہے، تو اس کے سوا اور یہ کیا کہا جاسکتا ہے کہ ؎

تو بہ یک زخمے گریزانی ز عشق
تو بجز نامے چہ می دانی عشق

بات دراصل یہ ہے کہ اسلام کی مقرر کی ہوئی بہت سی عبادتوں میں یقیناً کچھ جسمانی، معاشرتی یا معاشی فوائد بھی ہیں، مثلاً نماز کی پابندی سے جسمانی ورزش بھی ہوجاتی ہے اور باجماعت کی نماز سے نظم وضبط پیدا کرنے میں بھی مدد ملتی ہے، لیکن یہ فوائد ان عبادتوں کے ضمنی اور ثانوی فوائد ہیں، ان کا اصل مقصد نہیں ہیں، لہٰذا یہ کہنا سراسر غلط ہوگا کہ نماز کا اصل مقصد صحت برقرار رکھنا ہے اور وہ جسمانی ورزش کی غرض سے فرض کی گئی ہے، حقیقت میں نماز اور دوسری تمام عبادتوں کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور اس کی رضا جوئی ہے اور ان کے ذریعہ انسان کو اس بات کی تربیت دی گئی ہے کہ وہ احکام الٰہی کے آگے بے چوں وچرا سر خم کرنے کا عادی بنے، اس میں یہ جذبہ پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آجانے کے بعد وہ اپنی بڑی سے بڑی خواہش اور بڑے سے بڑے ذاتی مفاد کو اس پر قربان کرنے کے لیے تیار ہوگا، اسی جذبہ کا نام بندگی ہے، جب تلک یہ جذبہ پیدا نہ ہو اس وقت تک بندگی صرف ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہے، اس لیے بعض عبادتیں ایسی بھی رکھی گئی ہیں ان میں ظاہری اسباب کے لحاظ سے کوئی خاص مادی یا معاشی فائدہ نظر نہیں آتا، مثلاً حج کے دوران بیت اللہ کے گرد چکر کاٹنا، دو پہاڑوں صفا اور مروہ کے درمیان بظاہر بے مقصد دوڑنا، منیٰ میں جمرات پر کنکری مارنا، اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو تو یہ سارے کام بڑے غیر سنجیدہ اور قطعی غیر معقول نظر آتے ہیں، اور صرف روپئے پیسے اور معاشی فوائد کے بھنور میں پھنسی ہوئی عقل کبھی یہ باور نہیں کرسکتی کہ انگھڑ پتھروں سے بنے ہوئے تین ستونوں کو روزانہ کنکر مارنا ایسا کون سا عمل ہے، جس کی خاطر (انفرادی سطح پر) پر ہزاروں روپئے کا (اور اجتماعی سطح پر) کروڑوں کا زر مبادلہ خرچ کیا جائے، جس کے لیے وہ افراد جن کے ایک ایک گھنٹہ کی قیمت ہزاروں میں ہوتی ہے، متواتر کئی کئی دن تک اپنے اوقات اس کام میں صرف کریں۔

بلکہ انسان کو محض ایک معاشی جانور (Economicanimal) سمجھنے والی ذہنیت اگر چار پیسے کے فائدہ کا حساب لگانے پر آجائے تو وہ نماز کے بارے میں بھی یہ حساب لگا سکتی ہے کہ ایک عام نمازی مسلمان کم سے کم ڈیڑھ گھنٹہ روزانہ پڑھنے پر خرچ کرتا ہے، جو مہینہ میں ۴۵؍ گھنٹے بن جاتا ہے، اگر وہ یہ ۴۵؍ گھنٹے کسی معاشی سرگرمی میں خرچ کرتا تو پیداوار اور آمدنی میں کتنا اضافہ ہوسکتا تھا۔

لیکن جس شخص کے پاس مادی وسائل کے آگے بھی کچھ دیکھنے کی صلاحیت موجود ہے اور وہ یہ حقیقت سمجھ سکتا ہو کہ اس کائنات میں روپئے پیسے ہی سب کچھ نہیں ہیں، اس کے نزدیک عبادات سے متعلق اعداد وشمار کے اس حساب وکتاب کا مطلب محبت کو تجارت بنانے کے سوا کچھ نہیں۔

قربانی بھی ایک ایسی ہی عبادت ہے کہ اگر اسے خشک کاروباری نقطۂ نظر سے اعداد وشمار کے ترازو میں تولا جائے تو شاید اس میں سے ٹھیٹ معاشی فوائد برآمد نہ ہوں، لیکن جو شخص بندگی کی روح اور حقیقت سے آشنا ہو، اسے محبت کے معاملات میں یہ خشک بہی کھاتہ کھولنے سے گھن آئے گی، یہ تجارت نہیں عبادت ہے جو محبت سے شروع ہوتی ہے اور پرستش تک جاتی ہے، اس میں چار پیسے کے نفع کی تلاش اس کے بنیادی مقصد ہی کے خلاف ہے، اس کا تو بنیادی مطمح نظر ہی یہ ہے کہ انسان کے دل میں ایسا گہرا جذبہ اطاعت پیدا ہو، کہ اللہ کے حکم آگے وہ اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار ہو، یہی وہ بنیادی جذبہ ہے جو انسان کو انسان بناتا ہے، اور جس کے بغیر وہ فرعون اور نمرود بن کر دوسروں کے حقوق چھینتا اور ان کے جائز مفادات پر ڈاکہ ڈالتا ہے، دوسری عبادتوں کی طرح قربانی بھی یہ جذبہ پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، بشرطیکہ وہ عبادت کے ذریعہ سے کی جائے، اور اس میں ریاکاری، اور دکھاوا مقصود نہ ہو اور نہ وہ محض رسمی خانہ پری اور ماحول کے دباؤ کے تحت انجام دی جائے۔

آخر میں ایک اور ضروری بات۔ اسلام نے جہاں عیدالاضحیٰ کے تین دنوں میں قربانی کی عبادت کو باعث فضیلت قرار دیا ہے، وہاں دوسرے بہت سے احکام بھی دیے ہیں، ایک عبادت کی انجام دہی میں دوسرے احکام کو

نظر انداز کرنا بندگی کا شیوہ نہیں، مثلاً یہ حکم بھی اسلام ہی نے دیا ہے اور انتہائی تاکید کے ساتھ دیا ہے کہ اپنے کسی عمل سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچاؤ، یہ حکم بھی آنحضرتؐ نے ہی عطا فرمایا ہے کہ اپنے گھروں کے ماحول کو صاف ستھرا رکھو، یہ حکم بھی آپؐ نے دیا ہے کہ لوگوں کی گذرگاہ (راستوں) کو گندہ نہ کرو، بلکہ راستہ میں پڑی ہوئی گندگی یا تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹادینا آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق ایمان ہی کا شعبہ ہے، لہٰذا جہاں قربانی ایک صاحب استطاعت مسلمان کے ضروری ہے، وہاں اس کے ذمہ یہ فریضہ بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ ذبح شدہ جانور کی آلائش کو اس طرح ٹھکانے لگانے کا انتظام کرے کہ اس سے ماحول میں گندگی نہ پھیلے، ان آلائشوں کو شارع عام پر ڈال دینا یا انھیں اسی طرح چھوڑ کر چلے جانا کہ وہ پڑی سڑتی رہیں اور لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث ہوں ایک مستقل گناہ ہے، اور اس قسم کے گناہ کرکے عبادت انجام دینا بھی عبادت کے بنیادی مقصد سے جہالت کی دلیل ہے، خلاصہ یہ کہ قربانی ایک عبادت ہے نہ تو یہ کوئی تجارت ہے جس میں چار پیسے کا فائدہ تلاش کیا جائے اور نہ یہ کوئی ہڑبونگ ہے جو قواعد وضوابط سے آزاد ہو، اور اس کے دوران نظم وضبط اور صفائی ستھرائی کے احکام وآداب کو نظر انداز کر دیا جائے، اس عبادت کا تو اول وآخر پیغام ہی یہ ہے کہ:

"اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" (بے شک میری نما، میری قربانی اور میرا مرنا جینا سب اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے)۔

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید ودیدہ زیب طباعت

جزیرۃ العرب

از حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

جزیرہ نمائے عرب جس کا مرکزی خطہ علاقۂ حجاز ہے، جہاں سے اسلام کی اولین شعاعیں نکلیں، یہ کن خطوں پر مشتمل ہے، عصر اول میں ان کی کیا خصوصیات رہی ہیں، ان سب باتوں کا جغرافی اور ثقافتی جائزہ

پانچواں ایڈیشن صفحات:۳۵۶ قیمت:۲۰۰

خطب اليابان من تعاليم الاسلام (الجزء الاول)

از ڈاکٹر سلیم الرحمٰن خان ندوی

طلبائے مدارس اور ائمۂ مساجد کے لیے نہایت مفید ومستند کتاب، اعراب اور حوالہ جات کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے۔

صفحات:۶۳۴ قیمت:۳۵۰

طلباء مدارس اور ائمہ حضرات کے لیے صرف ایک سو پچاس (۱۵۰) میں

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

پوسٹ بکس نمبر ۹۳، ندوہ کیمپس، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر:0522-2741539، موبائل نمبر:9889378176

ای میل۔airpnadwa@gmail.com

سید احمد شہید اکیڈمی کی اہم پیش کش

تاریخ اصلاح وتربیت (جلد اول)

مقدمہ: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

تقریظ: جناب مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

تالیف: سید محمود حسن حسنی ندوی

جس میں بعثت نبویؐ، مقاصد بعثت، دعوت واصلاح وتربیت، حکمت وتزکیہ، تقرب الی اللہ کے اعمال واشغال، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع تذکرہ، خلافت نبوت اور خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کا کام و مقام اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے اقدام کی برکات اور ان کے اسوہ کو تحقیق اور مستند حوالوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب لکھنؤ کے تمام مکتبوں میں دستیاب ہے۔

صفحات: ۶۵۶ قیمت: ۴۰۰ روپے۔

رابطہ: سید احمد شہید اکیڈمی

دار عرفات، میدان پور، تکیہ کلاں رائے بریلی

(موبائل:9919331295)

احوال وآثار

عالم اسلام اور اُمت کا المیہ

عبدالغفار عزیز

”۹؍مئی ۲۰۱۴ء کو ہماری نسبت طے ہوئی۔ شادی ہوئی تو میں نے پہلے ہی روز معاذ سے کہا کہ میں نے ایسے جیون ساتھ کے لیے دعا کی تھی جو مجھے اپنے ساتھ جنت لے جائے۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ مجھے جنت لے کر جائیں گے۔ شہادت سے کئی ہفتے قبل انھوں نے مجھے کہا کہ ہم دونوں روزانہ قرآن کریم کے ۱۰ صفحات تلاوت کیا کریں گے تاکہ اکٹھے ختم قرآن کیا کریں۔ شہادت کے روز بھی معاذ نے مجھے فجر کے وقت جگایا اور کہا کہ آج مجھے ایک آپریشن کے لیے بھیجا جارہا ہے۔ میں نے ابھی دو رکعت نماز شہادت بھی ادا کرلی ہے اور اللہ سے یہ دعا بھی کی ہے کہ کسی بے گناہ مسلمان کا خون میرے سر نہ آئے“۔

یہ الفاظ اردنی ائیرفورس کے اس پائلٹ معاذ الکساسبہ کی بیوہ کے ہیں، جسے چند ماہ پہلے داعش نے آہنی پنجرے میں کھڑا کرکے، زنجیروں سے جکڑ کر زندہ جلا دیا تھا۔ جلانے کے اس پورے عمل کو فلمایا اور وسیع پیمانے پر پوری دنیا میں دکھایا گیا۔

عراق اور شام میں اسلامی ریاست (داعش) کے قیام کا دعوی کرنے والے اپنے مخالفین کو قتل کرنے کے لیے آئے روز کوئی نہ کوئی صورت ایجاد کرتے ہیں۔ جانوروں کی طرح ذبح کرنے والے واقعات تو اب ہزاروں میں ہیں۔ ان ذبح شدہ انسانوں کے سروں کی نمایش کرنا بھی اب معمول کی بات ہے۔ اس کے علاوہ کبھی کسی زندہ انسان کو بلند عمارت سے سر کے بل پھینک کر قتل کرنا، کسی کو پنجرے میں بند کرکے سمندر میں ڈبو دینا، کسی کی گردن کے ساتھ بارودی مواد باندھ کر اڑا دینا......

غرض یہ کہ ایک سے بڑھ کر ایک خوف ناک طریقہ ایجاد کیا جاتا ہے۔ پھر انتہائی مہارت سے اس کی فلم بنائی جاتی ہے، اپنے زیر قبضہ علاقوں میں بڑے بڑے ابلاغیاتی مراکز قائم کیے گئے ہیں۔ علاقے کے لوگوں کو وہاں آنے کا حکم دیا جاتا اور قتل وتعذیب کے سارے مناظر دیکھنے پر مجبور کیا جاتا ہے، اصل بدقسمتی یہ ہے کہ مارنے والے بھی اللہ اکبر کہہ رہے ہوتے ہیں اور قتل ہونے والے بھی اکثر لوگ کلمہ شہادت ادا کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہورہے ہیں بعض غیر مسلموں کو بھی ہلاک کیا گیا ہے لیکن ان کی تعداد ہزاروں میں سے چند درجن ہی بنتی ہے۔

مسلمانوں کو قتل کرنے سے پہلے ان کے مرتد ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے، ارتداد کی وجہ اکثر وبیشتر ان کا بیعت سے انکار یا باطل نظام کا حصہ دار اور دشمن کا ایجنٹ ہونا بتایا جاتا ہے، اب تو اس کام کے لیے اعلان عام کردیا گیا ہے۔ ایک ویڈیو پیغام میں داعش کا ایک نوجوان ہر مسلمان کو ترغیب دیتا ہے کہ اسلامی ریاست کے علاوہ تمام حکومتیں باطل پرمبنی ہیں اس کے کارپردازان بالخصوص فوج اور پولیس کے ملازمین کو قتل کرکے ہمارے پاس آجاؤ، ہم تمہیں پناہ دیں گے، اس طرح کے پیغامات سے متاثر ہوکر مختلف کارروائیاں کرنے والوں کی تعداد بھی اب کافی ہوچکی ہے۔ حالیہ عیدالفطر کے چاند کا اعلان ہونے کے چند گھنٹے بعد سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض کی ایک چیک پوسٹ پر خودکش حملہ کیا گیا۔ حملے سے پہلے حملہ آور نے اپنے سگے ماموں راشد ابراہیم الصفیان کو قتل کردیا کیونکہ وہ سعودی فوج میں اعلیٰ افسر تھا۔

افسوس کہ وہ افسر شب عید اپنے سگے بھانجے کے ہاتھوں شہید ہوگیا، پھر گذشتہ آٹھ برس سے صہیونی فوجوں اور جنرل سیسی کے ہاتھوں محصور اہل غزہ کے خلاف اعلان جنگ میں کہا گیا ہے کہ: ”ہم عنقریب غزہ آرہے ہیں اگر کسی نے مزاحمت کی تو وہاں داعش یا دیگر مسلح تنظیموں سے تعلق کے شبہے میں ۵۰۰ کے قریب افراد گرفتار کرلیے گئے۔ اس واقعہ کی خبر اسرائیلی اخبارات میں ملاحظہ کیجیے: ”غزہ میں موجود داعش کے ذمہ داران نے خبردار کیا ہے کہ ہم ریاض میں ہونے والی گرفتاریوں کا بدلہ لیں گے“۔ یہ خبر ۱۹؍جولائی کو شائع ہوئی اور ۲۰؍جولائی کی صبح غزہ میں حماس اور جہاد اسلامی کے ذمہ داروں کو نشانہ بناتے ہوئے پانچ بم دھماکے ہوگئے، ممکن ہے کہ دھماکے داعش نے نہ کیے ہوں، لیکن ان کے بیان کے بعد ہر شخص کا ذہن سب سے پہلے ادھر ہی جاتا ہے۔

داعش کے بارے میں دنیا میں بہت کچھ لکھا جارہا ہے۔ بظاہر ساری دنیا اس کی دشمن دکھائی دیتی ہے۔ امریکی سربراہی میں ۴۰ ممالک نے اس کے خلاف باقاعدہ جنگ شروع رکھی ہے۔ ۵۵۰؍ارب ڈالر اس جنگ کا بجٹ رکھا گیا ہے، لیکن شام کے مختلف علاقوں پر قبضے کے بعد جنوری ۲۰۱۴ء میں اچانک عراق کے وسیع علاقوں پر قابض ہونے، اور اپنی ریاست کا اعلان کرنے سے لے کر اب تک

اس کے علاقوں، افرادی قوت اور اسلحے میں اضافہ ہی ہوا ہے، کوئی کمی نہیں ہوئی۔ جدید ترین اسلحے اور گاڑیوں کی نمائش، کئی فرلانگ لمبے جلوسوں کی صورت میں کی جاتی ہے۔ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں ایک ایک گاڑی اور ایک ایک جھونپڑی کو ڈرون حملوں سے اڑا دینے والے امریکا کو دشمن کا یہ طویل جلوس اور نمائش کبھی دکھائی نہیں دیے۔

اس بارے میں، میں مزید حقائق تلاش کر رہا تھا کہ عراق سے الاخوان المسلمون کے ایک بزرگ اور مرکزی رہنما نے ہاتھ سے لکھا، اپنا تجزیہ مطالعے کے لیے ارسال کیا، اس تجزیہ کے اہم نکات اور خلاصہ پیش خدمت ہے:

’’سوویت یونین کے خاتمے (اکتوبر ۱۹۱۷ء- دسمبر ۱۹۹۱ء) کے بعد امریکہ کی پالیسی ساز اداروں کے لیے اپنا کوئی دشمن ایجاد کرنا ضروری تھا۔ واشنگٹن نے اسلامی بنیادی پرستی ‘اور ’اسلامی دہشت گردی‘ کے نام پر دشمن ایجاد کرلیا۔ وسیع تر مشرق وسطیٰ کو جس میں افغانستان، پاکستان، ایران، خلیجی ریاستوں اور تمام اہم عرب ممالک سے لے کر ترکی تک سب ممالک شامل تھے، اس نئے دشمن کے خلاف جنگ میں ناکامی یا کامیابی کا اصل پیمانہ قرار پایا۔ بعض اہم ممالک میں عرب بہار اور اس کے نتیجے میں سیاسی اسلام (یعنی اسلامی تحریکوں) کی کامیابی سے امریکا کو اپنے مفادات خطرے میں پڑتے دکھائی دیے۔ گذشتہ صدی کے آغاز میں سائکس پیکو (۱۹۱۶ء)، سان ریمو (۱۹۲۰ء) اور لوزان (۱۹۲۳ء) معاہدوں کے مطابق خطے کی تقسیم میں مزید ترمیم کا فیصلہ پہلے ہی کیا جاچکا تھا۔ اب اس نقشے میں رنگ بھرتے ہوئے تقسیم در تقسیم کا نیا مرحلہ شروع کر دیا گیا۔

اکتوبر ۲۰۰۱ء میں شروع کی جانے والی جنگ افغانستان ابھی عروج پر تھی کہ مارچ ۲۰۰۳ء میں عراق میں بھی فوجیں اتاری گئیں۔ تمام تر مذہبی اور نسلی فتنہ پردازیوں اور ۲۰۰۶ء، ۲۰۰۷ء میں بدترین خانہ جنگی کے بعد امریکا نے اس جنگ کو کسی منطقی نتیجے تک پہنچائے بغیر وہاں سے نکلنے کا اعلان کردیا۔ اس عرصہ میں تمام عالمی رپورٹوں کے مطابق عراق دنیا کی ناکام ترین ریاستوں میں سرفہرست آ گیا‘‘۔

عراقی رہنما مزید لکھتے ہیں: ’’داعش مختلف مواقع اور واقعات کی روشنی میں مسلسل توانا ہوتی چلی گئی۔ عراق میں امریکی فوجوں کی آمد کے بعد اصل مزاحمت وہاں کی اہل سنت آبادی کررہی تھی، امریکہ اور عراق کی شیعہ حکومتوں نے اہل سنت آبادی سے انتقام لینے کے لیے القاعدہ کا نام استعمال کیا۔ لیکن پھر جب اہل سنت آبادی نے اکثر علاقوں سے القاعدہ کا تقریباً صفایا کردیا تو اس موقعے پر مختلف فرضی کارروائیوں کے ذریعے اسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جانے لگا، مثلاً ابوغریب اور تکریت جیل سے قیدیوں کو رہا کروا کرلے جانا۔ پھر اچانک بغداد کے بعد عراق کے دوسرے بڑے شہر موصل پر بآسانی داعش کا قبضہ ہوگیا۔ اتنا بآسانی کہ خود داعش کو بھی اس پر حیرت ہوئی۔ عراقی وزیر اعظم نوری المالکی اور اس کی حکومت داعش کے اس قبضہ کے ذریعہ اہل سنت آبادی سے انتقام لینا چاہتے تھے۔ داعش نے کسی مزاحمت کے بغیر تین سے چار سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرلیا۔ اہل سنت اکثریتی آبادی کے شہر انبار کے گورنر کا کہنا ہے کہ میں عراقی وزیر دفاع فضائیہ کے سربراہ اور فوجی آپریشنز کے انچارج سے رابطہ کر کے انھیں داعش کا راستہ روکنے اور کوئی کارروائی کرنے کو کہتا رہا، لیکن انھوں نے چپ سادھے رکھی۔ موصل شہر کے سیکورٹی چیف نے واضح طور پر کہہ دیا کہ: ’’داعش کے سامنے مزاحمت کیے بغیر پسپا ہوجانے اور اپنا اسلحہ وہیں چھوڑ جانے کا حکم براہ راست عراقی وزیر اعظم کی طرف سے ملا ہے‘‘۔ عراقی اخوان رہنما نے اس تجزیے میں مستقبل کی ممکنہ صورتوں پر بھی تفصیلی بات کی ہے جن سب کا نچوڑ یہی ہے کہ خطے میں یہ سب شر وفساد ’منظّم انتشار‘ نامی امریکی منصوبے کا حصہ ہے۔ طے شدہ اہداف اور ضروریات کے مطابق مہروں کو استعمال میں لایا جاتا رہے گا۔ ان کے خلاف جنگ بھی لڑی جائے گی اور انھیں باقی رکھا جائے اور بالآخر پورے خطے کو مزید ٹکڑوں میں تقسیم کردیا جائے گا۔

اس موقع پر ایک صہیونی مضمون نگار عوفرہ بانجو کی تحریر بعنواں: ’’کردستان اور داعش نئے علاقائی نقشہ گر‘‘ کا حوالہ بھی اہم ہے۔ لندن سے شائع ہونے والے عرب روزنامے ’العربی ۲۱‘ میں اس کا مکمل ترجمہ شائع ہوا ہے۔ اس کی تحریر کا نچوڑ بھی یہی ہے کہ: ’’عراق اور شام اب کبھی ماضی کے عراق اور شام نہیں بن سکیں گے۔ اب بغداد حکومت، کردستان اور داعش کی ایک گنجلگ تکون مستقبل کا نقشہ تشکیل دے گی‘‘۔ عوفرہ اس امر پر بھی اظہار اطمینان کرتا ہے کہ داعش اور اس کی شدت پسندی نے عراق، کردستان اور شام میں سیاسی اسلام کے اثر ونفوذ میں خاطر خواہ کمی پیدا کردی ہے۔

اسرائیلی تجزیہ نگار کے مطابق کردستان کو موجودہ صورت حال میں جو اہم نقصان ہوا، وہ یہ ہے کہ اس کی آزادی (یعنی علیحدگی) کے لیے مجوزہ ریفرنڈم میں تاخیر ہورہی ہے، لیکن اس کے مقابل

اسے دو اہم فوائد ملے ہیں۔ایک یہ کہ اسی ہنگامہ کے دوران اس نے تیل کے ان اہم علاقوں پر قبضہ کرلیا ہے جو بغداد کسی صورت چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ دوسرا یہ کہ داعش کی سفاک شناخت کے مقابل کردستان ایک مہذب اور انسان دوست ریاست کی حیثیت سے ابھرا ہے۔داعش لوگوں کو غلام اور ان کی خواتین کو باندیاں بنا رہا ہے اور کردستان لاکھوں مہاجرین کو پناہ دے رہا ہے۔

اسرائیلی تجزیہ نگار اس امر پر بھی اطمینان آمیز حیرت کا اظہار کرتا ہے کہ وہ بہت سے کام جو ملکوں کی با قاعدہ افواج انجام نہیں دے سکیں، مسلح ملیشیا انجام دے رہی ہیں ۔ اس موضوع پر گذشتہ مارچ کے ماہنامہ" المجتمع" میں ایک مضمون شائع ہوا تھا کہ استعماری اور جارح افواج کس طرح اپنے مقبوضہ علاقوں میں خود وہیں سے ایسی عوام تحریکیں کھڑی کرتی ہیں کہ جو اپنے ہم وطنوں اور ہم مذہب افراد کو دشمن افواج سے بھی زیادہ سفاکیت سے تہ تیغ کرتی ہیں۔

فرانسیسی فاتح نپولین نے مصر پر قبضہ کیا تو ''یعقوب المصری' نامی غدار ملت اور اس کی تحریک کی سرپرستی کی۔الجزائر پر فرانسیسی قبضہ کرتے ہوئے 'الحرکیون' نامی تحریک شروع کروائی گئی۔۱۹۶۲ء میں الجزائر آزاد ہوئے تو فرانسیسی جنرل ڈیگال نے ان کا ذکر کرتے ہوئے یہ ہتک آمیز جملہ کہا:''یہ لوگ تاریخ کا ایک کھلونا تھے، محض ایک کھلونا''۔ ویت نام میں امریکیوں نے 'اسٹریٹیجک بستیوں' کے نام سے ۱۶ ہزار خائن بستیاں تیار کیں۔

عراق اور شام ہی نہیں خطے کے کئی ممالک میں اس وقت یہی کھیل جاری ہے۔بدقسمتی کی انتہا یہ ہے کہ مسلم ممالک میں ہر جگہ تقریباً ایک ہی نسخہ آزمایا جا رہا ہے اور ہم دیکھتے بھالتے دشمن کے بچھائے جال میں پھنستے چلے جاتے ہیں۔ایسی فضا میں ہر ملک یا گروہ اپنے اپنے دشمنوں پر وہی لیبل لگانا شروع کر دیتا ہے جس کے خلاف رائے عامہ تیار کی گئی ہو۔اس وقت اخوان کو شام اور عراق میں داعش نے اپنی سنگین کارروائیوں کا نشانہ بنایا ہے لیکن جنرل سیسی ، بشار الاسد اور حوثی قبائل سمیت بہت لوگ کمال بددیانتی سے اخوان ہی کو داعش کا سرپرست قرار دے رہے ہیں۔عید الفطر کے تین روز بعد ترکی کے سرحد شہر سروج میں خودکش حملہ کر کے داعش نے ۳۱ شہری شہید کر دیے اور دوسری طرف صدر طیب اردوان کے مخالفین انھیں مسلسل داعش کا مددگار قرار دے رہے ہیں۔دشمن ایجاد کرنے کی جو بات آغاز میں گزری، وہ طویل عرصے تک عالم اسلام میں اپنے زہر آلود پھل دیتی رہے گی۔امریکا، اسرائیل اور آمر حکمرانوں کو اپنے لیے یہی صورت حال مثالی اور مطلوب دکھائی دیتی ہے۔جابر حکمران چونکہ خود بھی ایک عارضی مہرہ ہوتے ہیں، اس لیے انھیں حتماً اور جلد اس ظلم کا انجام دیکھنا ہوگا،لیکن امریکا اور اسرائیل جو اس پوری فتنہ گردی میں خود کو محفوظ و مامون سمجھ رہے ہیں، خود بھی یقیناً اپنے انجام کو پہنچیں گے کہ یہی قانون فطرت ہے۔

عالم اسلام کے لیے اصل راہ نجات قرآن کریم اور نبی کریمؐ کا اسوۂ حسنہ ہے۔آپ کی امت کو رب ذوالجلال نے امت وسط ، یعنی راہِ اعتدال پر چلنے والی امت قرار دیا ہے۔کسی بھی انتہا کا شکار ہو جانا اس کے لیے موت کا پیغام ہے۔آج اگر اسلام کی تمام بنیادی اصطلاحات : جہاد، اسلامی ریاست ، اسلامی خلافت ، امیر المومنین ، خلیفہ المسلمین ، حتیٰ کہ قرآن کریم، رسول رحمت کو مذاق و استہزا کا نشانہ بنایا جا رہا ہے ، تو دوسری طرف جہاد ،شریعت ، اسلامی حدود اور قوانین کو اپنے ہر مخالف کا صفایا کر دینے کے لیے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔بزعم خود امیر المومنین کی بیعت سے انکار کو ارتداد اور ہر مرتد کو قابل گردن زدنی قرار دیا جا رہا ہے۔خود یہ امر بھی انتہائی باعث حیرت ہے کہ اس کے تمام ظلم وستم کا اصل نشانہ خود مظلوم مسلمان ہی بنتے ہیں۔شامی آمر بشار الاسد جیسا درندہ اور اس کی فوج ان سے محفوظ رہتی ہے ، لیکن اس سفاک درندے سے برسرپیکار عوام، مظلوم عوام اور ان کی مزاحمتی تحریک کو وہ چن چن کر موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں ۔ غزہ کے محصور و بے کس عوام کو دھمکیاں دے رہے ہیں ، صہیونی ناجائز ریاست کے بارے میں کچھ نہیں فرماتے۔

انبیاء کرامؑ کے بعد محترم ترین ہستیوں ، یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں بھی کچھ لوگ راہِ اعتدال سے ہٹ کر ایسی ہی انتہا پسندی کا شکار ہو گئے تھے۔امت انھیں 'خوارج' کے نام سے یاد کرتی ہے۔وہ ان الحکم الا للہ [یوسف:۱۲:۴۰] جیسی لازوال حقیقت میں روشنی حاصل کرنے کے بجائے ، اپنے علاوہ سب کو مرتد قرار دینے جیسی ہلاکت کا شکار ہو گئے تھے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے الفاظ میں کلمہ حق کہہ کر اس سے مراد باطل لیتے تھے ۔ رسول اکرمؐ نے ایسے لوگوں کے بارے میں خبردار کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: ان کی تلاوت، ان نمازوں اور ان کے سامنے تمہیں اپنی تلاوت ، اپنی نمازیں اور اپنے روزے کم تر دکھائی دینے لگے۔لیکن وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ قرآن کریم ان کے حلق سے نیچے نہیں اترا ہوگا۔وہ دین سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔''ایک روایت میں یہ بھی ہے : وہ اہل اسلام کو قتل کرتے اور اہل اوثان کو

چھوڑ دیتے ہیں''، بالآخر ان کی کج فہمی اور زعم تقویٰ نے انھیں ایک ہی شب حضرت معاویہ، حضرت علی اور حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہم جیسی جلیل القدر ہستیوں کو شہید کرنے پر آمادہ کر دیا۔

اُمت کی بدقسمتی یہ ہے کہ صدیوں پرانے اس فتنے کو جس کے پیچھے سراسر منافقین اور یہودیوں کی دسیسہ کاری شامل تھی، آج بھی اپنی تباہی کا ذریعہ بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ شیعہ سنی یا خوارج کی اصطلاحیں صرف کسی مخصوص گروہ ہی کا نام نہیں بلکہ ایک مخصوص ذہنیت اور طریق کار کا نام بھی ہے۔ آج کا عالم اسلام بری طرح اس تقسیم کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ جلتی پر تیل کا کام نسلی، لسانی، علاقائی اور سیاسی تعصّبات سے لیا جا رہا ہے۔ عراق اور شام کا خونی نقشہ اب یمن تک پھیل چکا، القاعدہ کے بعد داعش اور بعض مغربی دستاویزات کے مطابق داعش کے بعد کوئی اور ایسی تنظیم سامنے لائی جاتی ہے جس کے سامنے داعش کا نام بھی ہلکا لگنے لگے۔ کاش! ہم سب کسی نہ کسی تعصب کا شکار ہو کر خود کو دھوکا دینے کے بجائے صرف اور صرف حق و انصاف کا ساتھ دینے والے بن جائیں۔ ظلم کرنے والا خواہ بشار الاسد ہو یا جنرل سیسی، داعش ہو یا باغی حوثی قبائل، ہم میں سے کوئی ان کی حمایت یا دفاع نہ کرے۔ مظلوم خواہ کویت یا سعودی عرب کی امام بارگاہ میں مارا جائے یا عراق و یمن کی کسی مسجد میں، اللہ ہمیں ہمیشہ اس مظلوم کے شانہ بشانہ کھڑا دیکھے، بے گناہ قیدی کے زندان خانوں میں ہمیں ان کی آزادی کے لیے ہر دروازے پر دستک دینا ہوگی۔ ایسا نہ ہوا تو خدانخواستہ ایک روز سب ہی کو ایسے روز بد دیکھنا پڑ سکتے ہیں، والعیاذ باللہ۔

☆☆☆☆☆

نفل حج کے بارے میں امام غزالیؒ کا قول

تاریخ اسلام میں جن چند کتابوں نے مسلمانوں کی زندگی پر سب سے زیادہ اثر ڈالا، ان میں امام غزالیؒ کی کتاب ''احیاء العلوم'' کو ممتاز مقام حاصل ہے، اس کتاب میں بگڑے ہوئے اسلامی معاشرے کا قوت کے ساتھ احتساب کیا گیا ہے، اہل دولت پر بڑی صحیح گرفت کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ان دولت مندوں میں بہت سے لوگوں کو حج پر روپیہ صرف کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے، وہ بار بار حج کرتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اپنے پڑوسیوں کو بھوکا چھوڑ دیتے ہیں اور حج کرنے چلے جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے صحیح فرمایا ہے کہ: اخیر زمانے میں بلا ضرورت حج کرنے والوں کی کثرت ہوگی، سفر ان کو بہت آسان معلوم ہوگا، روپیہ کی ان کے پاس کمی نہ ہوگی، وہ حج سے محروم و تہی دست واپس آئیں گے، وہ خود سفر کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے ہوں گے اور ان کا ہمسایہ ان کے پہلو میں گرفتار بلا ہوگا، ان کے ساتھ کوئی حسن سلوک اور غم خواری نہیں کریں گے۔

ابو نصرؒ تمار کہتے ہیں کہ: ایک شخص بشر بن الحارثؒ کے پاس آیا اور کہا کہ میرا قصد نفل حج کا ہے، آپ کا کچھ کام ہے؟ انہوں نے پوچھا کہ تم نے خرچ کے لیے کیا رکھا ہے؟

بشرؒ نے کہا کہ: تمہارا حج سے مقصد کیا ہے، اظہار زہد یا شوق کعبہ، یا طلب رضا؟

اس نے کہا: طلب رضا۔ انہوں نے فرمایا کہ: اچھا اگر میں تمہیں ایسی تدبیر بتلا دوں کہ تم گھر بیٹھے اللہ کی رضا حاصل کر لو اور تم دو ہزار درہم خرچ کر دو اور تم کو یقین ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہوگی تو کیا تم اس کے لیے تیار ہو؟۔

اس نے کہا: بخوشی؟ فرمایا کہ: اچھا پھر جاؤ، اس مال کو ایسے دس آدمیوں کو دے آؤ جو مقروض ہیں، وہ اس سے اپنا قرض ادا کر دیں، فقیر اپنی حالت درست کرے، صاحب عیال اپنے بچوں کا سامان کرے، یتیم کا منتظم یتیم کو کچھ دے کر اس کا دل خوش کرے اور اگر تمہاری طبیعت گوارا کرے تو ایک ہی کو پورا مال دے آؤ، اس لیے کہ کسی کی مصیبت دور کرنا، کسی بے کس کی امداد، کمزور کی اعانت کئی نفل حجوں سے افضل ہے، جاؤ جیسا میں تم نے سے کہا ہے ویسے ہی کر کے آؤ، ورنہ اپنے دل کی بات ہم سے کہہ دو۔

اس نے کہا شیخ! سچی بات تو یہ ہے کہ سفر کا رجحان غالب ہے۔

بشرؒ ہنس کر مسکرائے اور فرمایا کہ: مال جب گندہ اور مشتبہ ہوتا ہے تو نفس تقاضا کرتا ہے کہ اس سے اس کی خواہش پوری کی جائے، اور وہ اس وقت اعمال صالحہ کو سامنے لاتا ہے، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے عہد فرمایا ہے کہ صرف متقین کے عمل کو قبول فرمائے گا''۔

[تاریخ دعوت وعزیمت، از: مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ: ج۱/ص ۱۶۴، بحوالہ احیاء علوم الدین: ج۳/۳۵۲، ۳۵۱]

☆☆☆

خوف خدا

حُجاج کرام اور حج بیت اللہ

مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی

روزانہ پنج وقتہ نمازیں، سال میں مہینہ بھر کے روزے، سال گزرنے پر مال کے چالیسویں حصہ کی زکوۃ، استطاعت رکھنے پر حج کی سعادت، یہ ہیں وہ چار ستون جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے، کلمہ شہادت کا ذکر نہیں، وہ تو ان بنیادوں کی بھی بنیاد ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ۱-دل سے اس بات کا اقرار کرنا اور زبان سے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ۲- پانچ وقت کی نماز پڑھنا، ۳- زکوۃ دینا، ۴- مستطیع کے لیے حج کرنا اور ۵- رمضان کے روزے رکھنا۔

حج اسلام کا وہ رکن ہے، جس نے اپنوں ہی کو نہیں غیروں کو بھی متأثر کیا ہے، اس کے ظاہری منافع، اجتماعی مصالح اور روح پرور مناظر پر اسلامی دنیا ہی نہیں غیر اسلامی دنیا نے سیکڑوں نہیں ہزاروں بار رشک کیا، اور رکیوں نہ کرے، تہوار وہ بھی مناتے ہیں، یاترائیں ان کی بھی نکلتی ہیں، نمائشیں ان کے یہاں بھی لگتی ہیں، میلوں ٹھیلوں کا سلسلہ ان کے یہاں بھی چلتا ہے، بھیڑ ان کے یہاں بھی نظر آتی ہے، پوجا پاٹ ان کے یہاں بھی ہوتی ہے، مذہبی مقامات میں حاضری ان کے یہاں بھی دی جاتی ہے، لیکن کیا کہیں کوئی جوڑ نظر آتا ہے ان میں سے کسی چیز کا حج کے ایام سے، ارکان حج کی ادائیگی سے، منی کے قیام سے، عرفات کی حاضری اور گریہ وزاری سے، مزدلفہ کی رات سے، دس بیس نہیں چالیس چالیس لاکھ افراد کی ایک ساتھ منتقلی سے، کعبہ کے سائے میں پڑھی جانے والی نماز سے، حجر اسود کو بوسہ دینے کی بے قراری سے، روضہ اقدس پر پڑھے جانے والے درود وسلام سے اور گنبد خضراء کو دیکھ کر دل پر پڑنے والے اثرات سے!

حاجی کے دل کی کیفیات کو چھوڑیے، اس کے احساسات وجذبات کو بھی جانے دیجیے، وہ تو سوائے خدا کے کوئی جان نہیں سکتا، حاجی اسی خدا کا تو مہمان ہے، ہاں آپ اس کے ظاہر پر ضرور نظر ڈال سکتے ہیں اور اس سے اس کی باطنی کیفیات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

آپ نظر ڈالیے احرام کی سفید اجلی چادر پر، چادر کے اندر چھپے حاجی کے پاک وصاف جسم پر، اس کے لرزتے ہونٹوں سے نکلتے تلبیہ کے الفاظ پر، دعا کے لیے اٹھے اس کے کپکپاتے ہاتھ پر، دعا کے موقع پر قائم خدا اور اس کے بندے کے درمیان رشتہ پر، آہ وبکا کے ساتھ مانگی جانے والی دعا پر جو صرف اپنے لئے نہیں اپنے بیٹوں کے لیے نہیں، اپنے رشتہ داروں کے لیے نہیں اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانی دنیا کے لیے، جو دنیا سے جاچکے ان کے لیے بھی اور جن کو آنا ہے ان کے لیے بھی، کیا اس کی مثال کسی مذہب میں، کسی مذہبی موقع پر، کسی مذہبی جگہ پر ملتی ہے؟

یقیناً حاجی مہمان ہے خداوند قدوس کا، آیئے اب دیکھیں اس مہمانی کے آداب کیا ہیں؟

۱- خدا کے اس مہمان کو پہلا جو حکم خدا کی طرف سے ملتا ہے وہ شہوانی تذکروں کی ممانعت کا ہے، اشارۃً وکنایۃً بھی حج کے موقع پر جائز شہوانی خیالات بھی زبان پر نہ لائے جائیں، یہ حکم قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ دیا گیا ہے۔

۲- دوسرا حکم رب کریم کی جانب سے چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے بچنے کا ہے، روزہ کی طرح احرام کی حالت میں متعدد جائز کام ناجائز ہوجاتے ہیں، جیسے شکار کرنا، جوئیں مارنا، پتی توڑنا، تو پھر چھوٹی یا بڑی معصیت کی گنجائش حج کے موقع پر کہاں سے نکل سکتی ہے، وہ تو عام دنوں میں بھی حرام تھی، حج کے ایام میں تو اس کی حرمت اور بڑھ جاتی ہے!

۳- تیسرا حکم خدا کے گھر کے مہمان کو بحث ومباحثہ سے اجتناب کا ہے، مار پیٹ ہاتھا پائی تو الگ رہی، زبانی بحث وتکرار جس کا امکان بھیڑ کے اس موقع پر بہت بڑھ جاتا ہے حج کے ایام میں خاص طور پر اس کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

۴- چوتھا حکم جو حاجی کو اس موقع پر پروردگار عالم کی جانب سے ملتا ہے وہ خدا سے ڈرتے رہنے کا ہے، کیوں کہ یہی وہ ڈر ہے جو اس کو شہوانی تذکروں سے بچائے گا، گناہوں سے محفوظ رکھے گا اور بحث ومباحثہ اور لغو باتوں سے اس کو دور رکھے گا۔

۵- پانچواں حکم جو حج کی آیات کے ضمن میں بار بار حاجی کو دیا گیا ہے وہ ہے خدا کو یاد کرنے، اس کی نعمتوں کا تذکرہ کرنے اور اس کے احسانات کا ذکر کرنے کا، جس خدا نے آپ کو حج کی توفیق دی،

وسائل مہیا کیے، سفر کو آسان کیا، رکاوٹوں کو دور کیا، گناہوں میں لت پت جسم کو اپنے پاک گھر میں حاضری کی اجازت دی، سرکشیوں، بغاوتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اپنا مہمان بنا کر عزت بخشی، اس خدا کا خیال ہر لمحہ دل میں رہے، اس کا ذکر ہر وقت زبان پر رہے، نہ اس کے علاوہ کسی کی یاد آئے، نہ اس کے سوا زبان پر کسی کا ذکر آئے، نہ اس کے علاوہ دل میں کسی کا خیال آئے۔

آخری بات مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی زبانی: ''حج کے موقع پر دنیا کے گوشہ گوشہ کی آبادیاں کھنچ کر آجاتی ہیں، ہر قسم، ہر عمر، ہر قماش ہر مزاج کے لوگ ہوتے ہیں، بوڑھے بھی جوان بھی، بچے بھی بڑے بھی، تیز مزاج بھی اور غصہ ور بھی، آوارہ مزاج بھی حریص و مطامع بھی، حسین اور نوجوان عورتیں بھی، پھر تکلیف اور صعوبتیں بھی راہ اور سواری کے سلسلہ میں طرح طرح کی پیش آتی ہیں، پھر زبانوں کا اختلاف، وہ ان کی نہیں سمجھتے یہ ان کی نہیں سمجھتے، بڑے بڑے حلیم اور بردبار بھی اس موقع پر دامن صبر وضبط چھوڑ دیتے ہیں، رشک ومنافقت، بدنظری وبدکاری، نزاع وجدال کے مواقع قدم قدم پر رکھے ہوتے ہیں''۔

تو ایسے موقع پر اگر کوئی چیز آپ کے سفر کو کامیاب اور آپ کے حج کو عنداللہ مقبول بنا سکتی ہے تو وہ یہی خدا کا ڈر ہے، اس کی یاد اور اس کا ذکر ہے، شہوانی خیالات اور باتوں سے بچنا، معاصی سے دور رہنا اور بحث ومباحثہ اور زبانی جھگڑوں سے اجتناب کرنا ہے، جسم اور احرام کی پاکی کے ساتھ ساتھ ہم کو زبان بھی پاک رکھنی ہے، نگاہ بھی پاک رکھنی ہے، دل بھی پاک رکھنا ہے، خیالات بھی پاک رکھنے ہیں، تب ہی ہم حج سے اس طرح گناہوں سے پاک وصاف ہو کر لوٹیں گے جس طرح ماں کے پیٹ سے گناہ کی آلائش سے پاک بچہ پیدا ہوتا ہے۔

حج کا یہ سفر عمر میں ایک ہی دو مرتبہ پیش آتا ہے، بقیہ تین ارکان روزہ، نماز، زکوۃ، اگر عمر نے وفا کی، صحت وتندرستی نے ساتھ دیا اور ذرائع آمدنی نے دھوکہ نہ دیا تو ان تینوں ارکان کی ادائیگی کے مواقع زندگی میں بار بار آئیں گے لیکن اس چوتھے رکن کی تلافی کا امکان بہت کم باقی رہتا ہے کیونکہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی انسان بعض وقت حج کی سعادت سے محروم رہ جاتا ہے، اگر خدا کے فضل و کرم سے حج کی سعادت کا موقع آپ کو مل رہا ہے تو اس کے آداب کا پورا خیال رکھیے، نیتوں کو درست کیجیے اور رضاء الٰہی کے علاوہ کسی اور چیز کا خیال دل میں ہرگز ہرگز نہ لائیے اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی حرمت کا پورا لحاظ رکھیے اور جب واپس ہوئیے تو حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کا یہ شعر آپ کی زبان پر ہو اور آپ کا دل آپ کی زبان کی تصدیق کر رہا ہو۔

قربانی حیواں بمنی می کند عالم
قربانی بسر خود می کوئے تو کردم

(مقام منی پر ایک دنیا جانوروں کو قربان کرتی ہے، میں نے آپ کے کوچہ کے سرے پر اپنا ہی سر قربان کر دیا)۔

خدا حج کے اس سفر کو آسان بنائے، حج کو قبول فرمائے، عافیت وسلامتی کے ساتھ گھر واپس لائے اور زندگی بھر اس حج کی برکتوں سے ہم کو نوازتا رہے۔

☆☆☆☆☆

اگلے زمانے کی طالب علمی

دہلی میں ایک زبردست عالم اور خدا پرست بزرگ مولانا شعیب تھے، حضرت عبدالقدوس گنگوہی جیسے حضرات ان کا وعظ سنا کرتے تھے، جہاں ان کا وعظ ہوتا تھا یہ مجال نہ تھی کہ کوئی ادھر سے گذرے اور بے وعظ سنے چلا جائے، چاہے کتنا ہی بھاری بوجھ سر پر لادے ہوئے ہو مگر کھڑا ہو کر ضرور سنتا تھا۔ ان ہی مولانا شعیب کے والد بزرگوار تھے مولانا منہاج۔ یہ لاہور سے طلب علم کی دُھن میں دہلی آئے اور بڑی بڑی سختیاں جھیل کر علم کی دولت حاصل کی۔ اس کے بعد سلطان بہلول لودھی کے عہد حکومت میں شہر دہلی کے مفتی مقرر ہوئے اور دہلی ہی میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کے واقعات میں مذکور ہے کہ طالب علمی کے زمانے میں دکان، دکان پھر کر تھوڑا آٹا اور گھی مانگ لاتے۔ آٹے کا چراغ بنا کر اس میں گھی ڈال دیتے اور اسی کی روشنی میں رات بھر مصروف مطالعہ رہتے، جب دن ہوتا تو اسی چراغ کی ٹکیہ پکا کر کھالیتے اور صرف اتنے ہی پر قناعت کرتے تھے۔ انھوں نے مدتوں تک اسی صورت سے گذر کیا۔

کیا ہمارے ان طلبہ کے لیے بھی اس میں کوئی درس عبرت ہے جن کو مدرسہ سے مفت کھانا اور کپڑا، مدرسہ ہی سے پڑھنے کے لیے کتابیں، مدرسہ ہی سے مطالعہ کے لیے بلا قیمت تیل اور رہنے سہنے کے لیے بلا کرایہ دار الاقامہ کا پختہ ہوادار اور آرام دہ کمرہ مل جاتا ہے، بایں ہمہ نہ مطالعہ ہے نہ تکرار، نہ تحصیل علم کا کوئی ولولہ ہے، نہ تہذیب اخلاق کا کوئی اہتمام وفکر۔ [اہل دل کی دل آویز باتیں، ص/ ۲۷]

تذکیر و عبرت

انسانی اخلاق کی چند خوبیاں

جاوید اختر ندوی

ہر انسان اپنی زندگی میں ایک کامیاب فرد بن کر معاشرہ کا مفید ترین حصہ بننا چاہتا ہے، مگر کبھی چھوٹی اور معمولی ذاتی کمی اس کو منزل تک پہونچنے سے روک دیتی ہے اور وہ کف افسوس ملتارہ جاتا ہے، حالانکہ انسانی اخلاق کی خوبیاں اُس کی کامیابی اور انسانی اخلاق کی خامیاں اُس کی ناکامی کا ذریعہ بنتی ہیں، یہ خوبیاں اور خامیاں بنیاد کا پتھر ہیں اور دنیا کے ہر فرد میں ہر جگہ دیکھی، سنی اور محسوس کی جاسکتی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہی خوبیاں آگے چل کر انسانی عمل کو سہارا دیتی اور قوت عمل فراہم کرتی ہیں، پھر انسان مختلف النوع معلومات وذرائع (علم، ہنر، مطالعہ، تجربہ، مشاہدہ وغیرہ) کی مدد سے اس عمل کو پروان چڑھاتا اور ترقی دیتا ہے، انسانی اخلاق کی چند خوبیاں کچھ اس طرح ہیں:

امانت و دیانت: کامیاب انسان کی خوبیوں میں سب سے ضروری اور اہم خوبی 'دیانت و امانت' ہے، دیانت دو طرح کی ہے: اول اپنی ذات سے دیانت، دوم دوسروں سے دیانت، اپنی ذات سے دیانت تو یہ ہے کہ انسان اپنی خوبیوں اور خامیوں کا بالکل سچا جائزہ لے، اپنی زندگی کو بامقصد بنائے، اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھاتا رہے۔

دوسروں سے دیانت یہ ہے کہ انسان انہیں صحیح مشورہ دے، ان کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، ان سے حسد اور بغض نہ رکھے، انہیں اپنی دعاؤں میں شامل رکھے۔

ثبات و استقامت: اس کا مطلب یہ ہے انسان جو کام بھی کرے اسے کچھ ہی عرصے میں چھوڑ نہ دے، بعض اوقات بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک کام شروع کرتا ہے، لیکن فوری نتیجہ برآمد نہ ہونے پر مایوس ہوجاتا ہے اور اپنی محنت چھوڑ کر دیتا ہمت ہار بیٹھتا ہے، کسی مرد حکیم کا قول ہے کہ: ''انسان اکثر صرف اس لیے ناکام رہتا ہے کہ کامیابی کے کنارے پہنچ کر کامیابی کے لیے محنت کرنا چھوڑ دیتا ہے''۔ انسان مسلسل محنت کرتا رہے، یوں کہہ لیں کہ کامیابی کسی فوری نتیجے کا نام نہیں، جہد مسلسل کا نام ہے جب تک کہ مطلوبہ نتیجہ حاصل نہ ہوجائے۔

تحمل و بردباری: انسانی زندگی میں دنیوی اور دینی دونوں اعتبار سے یہ بہت بڑی خوبی ہے، اس کے برخلاف غصہ ہے، مثل مشہور ہے کہ: ''غصہ ہمیشہ حماقت سے شروع ہوکر ندامت پر ختم ہوتا ہے''۔ غصہ میں آنا عقل مندی ہے نہ بہادری لیکن معاشرے کا مزاج کچھ ایسا بن گیا ہے کہ بات بات پر غصہ کرنے کو خوبی سمجھا جاتا ہے، انسان خود غور کرے کہ کیا وہ ایسے شخص سے ملنا پسند کرے گا جو چھوٹی چھوٹی بات پر غصہ کرنے اور لڑنے بھڑنے کو تیار ہو؟ پھر بھلا اپنے لیے اس صفت کو کیوں منتخب کرنا چاہتا ہے؟ تحمل انسانی اخلاق کی وہ خوبی ہے جس کے ذریعہ کامیابی کے راستے روشن ہوتے ہیں۔

سخاوت و فیاضی: پیسہ ہو یا کوئی اور شے، کسی کو دینا سخاوت ہے، انسانی کمزوری ہے کہ وہ دوسرے سے لینا چاہتا ہے، لیکن وہی انسان کامیاب رہتا ہے جو دوسرں سے لینے کی خواہش رکھنے کی بجائے دوسروں کو دینے کی کوشش میں رہتا ہو، اور مشہور حدیث کا مفہوم ہے کہ: ''اپنے بھائی (دوسروں) کے لیے بھی وہی منتخب کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو''۔

اعتماد و بھروسہ: اصل اعتماد و توکل تو بس خدا کی ذات ہی پر کیا جاسکتا ہے مگر بھروسہ انسانوں پر بھی کیا جاتا ہے، یہ خوبی انسان کی کامیابی کی لازمی شرائط میں سے ہے، اس لیے دنیا کی زندگی میں ہر شخص ایک دوسرے سے مربوط ہے، کسی کو ہماری ضرورت ہے تو ہمیں کسی کی، دنیا کا نظام یوں ہی چلتا آرہا ہے اور چلتا رہے گا، جو لوگ ہر کام خود ہی کرلینا چاہتے ہیں وہ دراصل دوسروں پر بھروسہ نہیں کرتے، دوسروں پر بھروسہ کرنے کے لیے ہمت وفراست چاہیے جو ان کے پاس نہیں ہوتی۔

جرأت و ہمت: فیصلہ کرنے کی جرأت، عمل کی جرأت، مشکل کو ممکن میں بدل دینے کی جرأت، جب انسان کوئی فیصلہ کرتا یا عمل کرنے لگتا ہے تو اسے طرح طرح کے خوف گھیر لیتے ہیں، یہی خوف اسے آگے بڑھنے نہیں دیتے، کامیاب اور ناکام انسان میں ایک واضح فرق اسی جرأت اور خوف کا بھی ہوتا ہے، خوف کامیاب ہونے نہیں دیتا اور ہمت وجرأت انسان کو کامیابی کی شاہراہ پر گامزن کردیتی ہے۔

احساس ذمہ داری: اپنی مشکلات اور مسائل کے لیے سرکار، نظام یا کسی فرد کو قصوروار قرار دینا ایک عام قومی مزاج بن چکا ہے، ایسا کرنا بہت آسان ہے کیوں کہ اس میں آدمی کو بغیر کسی محنت کے فوری آرام مل جاتا ہے تاہم یہ رویہ اخلاق کی خوبی نہیں خامی ہے، اس کی جگہ اپنے مسائل اور مشکلات کی ذمہ داری خود قبول کرنا اور جو کچھ آپ کرنا چاہتے ہیں یا آپ کے ذمہ لگایا گیا ہے، اسے مکمل کرنا کامیاب انسان کی صفت ہے، اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنے والے

انسان، ہی تندہی اور یکسوئی سے کام کرتے اور کامیاب و بامراد ہوتے ہیں۔

تواضع وانکساری: یہ انسانی اخلاق کی سب سے بڑی خوبی ہے، جب تک آدمی خودکو متواضع نہیں سمجھتا، اس کے اندر دوسروں سے خوش اخلاقی سے برتاؤ کا جذبہ بھی پیدا نہیں ہوتا، ایسا آدمی اپنے کوسب سے برتر سمجھتا ہے ، لہٰذا دوسروں سے ملتے ہوئے کتراتا ہے، اللہ تعالیٰ کو انسان میں سب سے محبوب تواضع کی صفت ہے اور سب سے ناپسندیدہ غرور وتکبر۔یہی وجہ ہے کہ بے پناہ عبادت کے باوجود ابلیس محض اپنی عاجزی نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مورد بنا، یہ بڑا عجیب معاملہ ہے کہ جن لوگوں کے اندر غرور ہوتا ہے وہ دوسروں سے کٹ جاتے ہیں، گویا دوسرے انہیں پسند نہیں کرتے، حالانکہ وہ آدمی غرور اس لیے کرتا ہے کہ لوگ اس سے زیادہ ادب اور عزت کے ساتھ ملیں، اس کی جگہ جس شخص میں بھی تواضع ہو، اس سے لوگ ملنا چاہتے ہیں، چنانچہ کامیاب زندگی کے لیے ضروری ہے کہ انسان کے اندر تواضع وفروتنی کی صفت موجود ہو۔

تعریف وتوصیف: ہر انسان اپنی تعریف سننا چاہتا ہے، لیکن وہ دوسروں کی تعریف نہیں کرتا۔جب کہ کامیاب انسان کی خوبی یہ ہے کہ وہ دوسروں کی تعریف کرے جب وہ کسی کی تعریف کرتا ہے تو اس کے اندر اعتماد بڑھتا ہے، اپنے آپ پر اور اُس انسان پر، پھر وہ اپنی پوری توجہ اور توانائی کے ساتھ اُس کے کام میں لگ جاتا ہے، لیکن جب کسی محض حوصلہ شکنی کی جاتی ہے تو وہ پست ہمت ہو کر ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھتا ہے، تعریف اور ترغیب آدمی کے لیے بہترین مہمیز کا کام کرتے ہیں۔

قدرت وقابو: خود پر بھی اور اپنے ماحول پر بھی، یہ کامیاب انسان کی ایک بڑی خوبی ہے، اس لیے کہ وہ بچپن، لڑکپن اور نوجوانی میں خود کو قابو نہیں کر پاتا اور فوری ردعمل ظاہر کر بیٹھتا ہے ، لہٰذا اس کا ماحول بھی اس کے قابو میں نہیں رہتا، اپنی مرضی کا نتیجہ (کامیابی) حاصل کرنے کے لیے اپنے اردگرد کے ماحول کو اس نتیجے کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے، ماحول کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے لیے اسے قابو کرنے کا ہنر آنا چاہیے، اپنے ماحول کو قابو کرنے کے لیے پہلے خود کو قابو کرنے کا فن آنا چاہیے۔

یہ چند نمایاں خوبیاں تھیں، ان کے علاوہ اور بھی باتیں ہیں جن کو انسان روزمرہ کی زندگی میں اپنے آس پاس ماحول و معاشرہ میں دیکھتا اور بخوبی محسوس کرتا ہے اور ان سے عبرت لیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

رسید کتب

محمود حسن حسنی ندوی

نام کتاب: واردات قلب

از: ڈاکٹر سید محمد عبدالعزیز (عزیز فتح پوری)

ناشر: سید محمد احمر جعفری ناظر باغ، بیکن گنج، کانپور

غزلیات ، رباعیات ، قطعات اور متفرق اشعار کا مجموعہ مرحوم ڈاکٹر عبدالعزیز کانپوری کا ہے جو مولانا عبد السمیع ندوی مرحوم کے بڑے فرزند تھے۔ صفحات ۱۴۴ ہیں اور قیمت ۱۲۰ روپے۔

نام کتاب: ہندوپاک کے فقہی مکتب فکر (ہندی)

از: مولانا محمد عبدالرشید ندوی

ہندی ترجمہ: ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

ناشر: جمعیۃ مرکز یہ تبلیغ الاسلام ناظر باغ، کانپور

۴۸ صفحات کا یہ رسالہ فقہی مکاتب فکر کی اہمیت و ضرورت کو واضح کرتا ہے۔ قیمت: ۴۰ روپے

نام کتاب: چائنا میرے آگے (سفرنامہ)

از: محمد سمعان خلیفہ ندوی

ناشر: معہد امام حسن البنا، بھٹکل، ضلع کاروار، کرناٹک

۹۶ ؍صفحات پر مشتمل دلکش، دلچسپ ، معلومات کا خزانہ لیے ہوئے مفید و مؤثر سفرنامۂ چین ہے جسے برادر عزیز محمد سمعان خلیفہ ندوی نے مرتب کیا ہے، انہوں نے چین کا دورہ کیا جو دیکھا، سنا اسے دلکش اور دلچسپ بنا کر پیش کیا ، اعلیٰ معیاری رنگین طباعت ، فلک بوس عمارتوں، قومی شاہراہوں اور یادگار آثار کی تصویروں سے مزین ، چین کا مسافر اپنے سفر سے پہلے ضرور پڑھے۔

نام رسالہ: الشہاب (انگریزی)

چیف ایڈیٹر: رشید الرحمن شہاب

پتہ: 167/3,9,FMain M.T.M. Layout 1,Stage Masjide Mouazzam Road, Banglore

اسلامک میڈیا سنٹر کی طرف سے بنگلور سے شائع ہونے والا انگلش میگزین ایک نوجوان اسکالر کی فکرو کوشش کا نتیجہ ہے، رشید الرحمن شہاب ڈاکٹر سعید الرحمن ندوی بن مولانا شہاب الدین ندوی مرحوم کے فرزند ہیں اور کالج کی معیاری تعلیم کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء سے دینیات اور عربی زبان و ادب میں کسب فیض کر رہے ہیں۔ای میل ایڈریس: al_shihab@albaladulameen

☆☆☆☆☆

فکر آخرت

حسد۔ ایک ناسور

ادارہ

کسی کی نعمت کے ختم ہو جانے کی تمنا کرنے کو حسد کہتے ہیں، چاہے وہ نعمت خود اس کو ملے یا نہ ملے، قرآن کریم میں حاسد کے حسد سے پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے، حسد شیطانی صفت ہے، حسد ہی وہ سب سے پہلا گناہ ہے جو آسمان پر کیا گیا، ابلیس نے حضرت آدمؑ سے حسد کیا اور اسی وجہ سے وہ راندۂ درگاہ ہوا، اسی طرح یہی وہ پہلا گناہ ہے جو زمین پر کیا گیا، حسد کے نتیجہ میں قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں یہود اور منافقین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی ترقی کو دیکھ کر کڑھتے تھے، اور جب زور قوت سے آپ پر غالب نہ آسکے تو ایک یہودی اعصم بن لبید نے جادو کے ذریعہ اپنے حسد کی آگ بجھانے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ معوذتین سکھلائیں، جس میں حاسد کے حسد سے حفاظت طلب کرنے کو کہا گیا ہے۔ [معارف القرآن: ج۸/ص۸۴۹]

احادیث نبویہ میں جگہ جگہ حسد سے منع کیا گیا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ حاسد اللہ تعالیٰ کی نعمت کا دشمن ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم پر راضی نہیں ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں تقسیم کیا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر نالاں ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم پر مال کی کثرت کا خوف کرتا ہوں، جس کی وجہ سے آپس میں قتل وقتال کرنے لگو گے۔ [مسند احمد]

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ قریب ہے کہ فقر آدمی کو کفر تک پہنچائے اور حسد تقدیر پر غالب آجائے۔ [مشکوٰۃ: ص/۴۲۹] اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ [بخاری: ج۲/ص۸۹۶] اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حسد بہت ہی مبغوض بیماری ہے، اس کی وجہ سے معاشرہ عجیب کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اخوت اسلامی کی ترغیب دی ہے اور اسلامی معاشرہ کے فروغ کی بنیاد اخوت و بھائی چارہ پر رکھی ہے، جس پر ہجرت کے اور واقعات شاہد ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ حسد کرتے ہوئے آدمی کامیاب نہیں ہو سکتا، اس لیے دل میں جب کسی کے تعلق سے حسد پیدا ہو تو اس کو ختم کر دے اور دل سے نکال دے۔

اسی طرح ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تم میں پچھلی امتوں کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے ان کو ہلاک کر دیا گیا اور دارین کی ابدی شقاوت ان کے مقدر ہو گئی، وہ سبقت کر گئی ہیں، انہیں خرابیوں میں سے حسد اور بغض و عناد بھی ہے۔ [مشکوٰۃ: ص ۴۲۸] نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ بغض دین کو مونڈنے والا ہے، اور جنت میں داخلہ کے لیے کامل مومن ہونا ضروری ہے، اور کامل ایمان کے لیے آپسی محبت ضروری ہے اور محبت پیدا کرنے کے لیے آپس میں سلام کو عام کرو۔ [مرقاۃ المفاتیح: ج ۹/ص۲۷۰] اور حسد کے ذریعہ آپسی فساد ایک لازمی شے ہے، حالانکہ مومن کی صفات قرآن کریم میں یہ بتائی گئی ہے کہ وہ آپسی انتشار کی اصلاح کرتا ہے اور آپسی فساد دین کو اس طرح مونڈ دیتا ہے جس طریقے سے استرہ بال صاف کر دیتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حسد آدمی کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے، جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ [مرقاۃ المفاتیح: ج۹/ص ۲۷۰] ملا علی قاریؒ حدیث کی تشریف میں فرماتے ہیں کہ حسد کی وجہ سے محسود کی غیبت میں مصروف ہو جاتا ہے تو حاسد کی نیکیاں محسود کے کھاتے میں چلی جاتی ہیں، محسود کی نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور حاسد کی حسرتیں بڑھتی رہتی ہیں، گویا دنیا و آخرت کا خسارہ اس کو ہوتا ہے، تمام دشمنوں میں حسد بہت خطرناک دشمنی ہے، جس کا ختم ہونا دشوار ہے اور حاسد کی ہلاکت یقینی ہے۔ علامہ علاء الدین حصکفیؒ [متوفی ۱۰۸۸ھ] نے حسد کے بارے میں بہترین شعر کہا ہے:

”ألا ان الحسد حسد من تعلق به فقد هــلك“ (آگاہ ہو جاؤ! حسد ایک کانٹا ہے جو حاسد بن گیا وہ ہلاک ہو گیا)۔ اسی طرح ایک اور شعر ہے: ”كل العداوة قد يرجى ازالتها الا عـداوة من عاداك من حسد“ (ہر دشمنی ختم ہو سکتی ہے مگر حسد ایک ایسی دشمنی ہے جس کا ختم ہونا دشوار ہے)۔ امام غزالیؒ [متوفی ۵۰۵ھ] اسباب حسد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آپسی دشمنی، تکبر، عجب، محبوب مقاصد کے فوت ہونے کا اندیشہ، سرداری کی محبت، خباثت نفس، بخل، غرض یہ کہ جو آدمی جس صفت سے متصف ہوتا ہے، انہیں صفات کے متصفین

سے حسد کرتا ہے، علماء، عباد، تجار، خاندان والوں کے درمیان حسد حب دنیا ہی کی بنا پر ہوتا ہے، علماء دین جو معرفت الٰہی سے متصف ہوں ان کے درمیان حسد نہیں ہوتا، اس لیے کہ ان کا مقصود معرفت الٰہی ہے، وہ ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے، البتہ علماء علم کے ذریعہ مال کی طلب کریں تو آپس میں حسد کریں گے کیونکہ مال ایک متناہی شے ہے۔

[احیاء العلوم: ج۳/ص۱۸۳]

محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے آج تک کسی پر حسد کی نگاہ نہ ڈالی، اس لیے کہ اگر وہ اہل جنت میں سے ہے تو اس پر کیوں حسد کروں اور اگر وہ اہل جہنم میں سے ہے تو دنیاوی معاملے میں اس سے حسد کرنے سے کیا فائدہ؟ وہ خود اپنا راستہ جہنم کی طرف کر رہا ہے۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تو اپنے بھائی سے کیوں حسد کرتا ہے، اللہ ہی نے تو اس کو یہ نعمت عطا کی ہے تو پھر ذات الٰہی پر حسد کرنے سے کیا فائدہ؟ اور حاسد کی مجالس میں ہمیشہ مذمت کی جاتی ہے، اور ملائکہ کی جانب سے لعنت و بغض اور مخلوق کی طرف سے جزع و فزع اور نزع کے وقت شدت تکلیف کا سامنا کرتا ہے اور ہر دم اس کا موقف کمزور ہی رہتا ہے۔ [احیاء العلوم: ج۳/ص۱۸۶]

حاسد ہر وقت بے چین رہتا ہے، حاسد کے حسد سے خود حاسد کی نیکیاں جل جاتی ہیں، اور محسود کو اس وقت تک کوئی نقصان نہیں پہنچتا جب تک وہ مقتضائے حسد پر عمل کر کے ایذا رسانی کی کوشش نہ کرے۔ [معارف القرآن: ج۸/ص۸۴۹]

ہاں غبطہ جس کو رشک بھی کہتے ہیں اور اس میں محسود کے زوال نعمت کی تمنا نہیں ہوتی ہے، وہ شرعاً مستحسن ہے، حدیث میں ہے کہ مومن کی علامت غبطہ اور منافق کی علامت حسد بتائی گئی ہے، حسد کے علاج کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد کی مذمت کے بعد یہ ذکر کیا کہ آپس میں سلام عام کرو، اس لیے کہ سلام سے محبت میں اضافہ ہوگا، اور حسد محبت سے زائل ہو جائے گا، اسی لیے سلام کو پھیلانے کی بے شمار احادیث میں فضیلت وارد ہوئی ہے، اسی لیے جس کے سلسلہ میں دل میں کچھ کھٹک محسوس ہو، ان سے سلام میں اضافہ کرنا چاہیے تاکہ حسد جیسی برائی میں گھر کر اپنی آخرت کو برباد کرنے سے بچیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام کی اور پوری امت مسلمہ کی اس گناہ عظیم سے حفاظت فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

شعبۂ تعمیر وترقی کے محصل حافظ عبدالمبین جوارِ رحمت میں

ڈاکٹر حافظ ہارون رشید صدیقی

۱۱ر ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۷ر اگست ۲۰۱۵ء جمعرات کو دفتر مجلس صحافت ونشریات آیا تو حسین احمد اور شعبۂ تعمیر وترقی کے خادم محمد ولید نے یہ افسوسناک خبر دی کہ حافظ مبین صاحب رات ۳ر بجے وفات پاگئے، إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون۔

شعبہ کے انچارج مولانا برکت اللہ ندوی نے ناظر عام ندوۃ العلماء جناب مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی کے ایماء پر نماز جنازہ وتدفین میں شرکت کے لیے ایک گاڑی کا انتظام کیا، جس میں ان کے ساتھ مولانا شرف الدین ندوی، مولانا ساجد علی ندوی، مولانا علیم الدین ندوی، مولانا محمد رضوان قاسمی شعبہ سے اور جناب عبدالحی عرفی ذمہ دار اوقاف دفتر نظامت سے اور حسین احمد مجلس صحافت و نشریات سے روانہ ہوئے۔ حافظ صاحب کا گھر سیہا گاؤں ضلع گونڈہ میں ہے جو لکھنؤ سے ۱۵۰ر کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، یہ وفد پہنچا، مولانا برکت اللہ ندوی نے نماز پڑھائی اور عصر بعد آبائی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

مرحوم کی تاریخ پیدائش یکم جنوری ۱۹۵۱ء ہے، اس طرح وہ اپنی عمر کے ۶۵ ویں سال میں تھے، دارالعلوم کے شعبۂ تحفیظ القرآن سے حفظ کیا، پھر ایک طویل عرصہ کے بعد یکم محرم ۱۴۱۳ھ (۲ر جولائی ۱۹۹۲ء) کو انہوں نے شعبۂ تعمیر وترقی میں ملازمت حاصل کی، وہ بڑے کامیاب محصل تھے، جس علاقہ میں بھیجے گئے کامیاب رہے، آخر میں ان کو کانپور شہر اور سیتاپور کا علاقہ دیا گیا تھا، وہ وہاں کے اہل خیر حضرات سے ایک معتد بہ رقم لاتے تھے۔ کچھ دنوں سے وہ شوگر کے مریض ہو گئے، شوگر بار بار بہت بڑھ جاتی تھی، اسپتال میں داخل ہو جاتے، لیکن طبیعت بحال ہوتے ہی اپنے کام پر لگ جاتے، اب سفر پر جاتے تو اپنے بیٹے کو ساتھ لے جاتے تھے۔ انتقال سے چند روز قبل شعبہ آئے اور اپنے رمضان وشوال کے سفر کا حساب کر کے گھر چلے گئے اور یہ افسوسناک خبر آ گئی۔ اپنے پسماندگان میں دو بیٹوں اور اہلیہ کو چھوڑا، دونوں بیٹے کالجوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے، وہ برسر روزگار ہوں، اللہ تعالیٰ ان کو اسلام پر جمائے رکھے، مرحوم کی بال بال مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

روداد چمن

علم دین کے لیے اخلاص ومحنت درکار

تعلیمی سال کے آغاز پر ثقافتی و تربیتی پروگرام

محمد سلمان بجنوری

"اسلامی شریعت ہی میں یہ خوبی ہے کہ وہ دنیا کی زندگی کو بھی درست کرتی ہے اور آخرت کی زندگی کو بھی کامیاب بناتی ہے، جبکہ دیگر مذاہب میں ایسا نہیں ہے، آپ علم دین کے حصول میں لگیں گے، آپ کی دنیا خود درست ہوجائے گی، آپ کو اس تعلق سے فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اگر آپ یہ سوچ کر یہاں آئے ہیں کہ یہاں آپ کو حصول معاش کے طریقے سکھائے جائیں گے، اپنے ہنر آپ کو بتائے جائیں گے جس کے ذریعہ آپ دنیاوی زندگی میں ترقی کرسکیں گے، اگر آپ کے یہاں آنے کا مقصد یہ ہے تو آپ ابھی یہاں سے چلے جائیں، کیوں کے حصول معاش کے طریقے بتانے کے لیے اور دوسرے ادارے بہت ہیں"۔

ان خیالات کا اظہار ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے دارالعلوم کی وسیع وعریض مسجد میں طلباء کے سامنے فرمایا۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خصوصیات میں یہ داخل ہے کہ ہر نئے تعلیمی سال کے آغاز میں جس وقت طلباء حصول علم کی خاطر ملک کے دور دراز مختلف حصوں سے دینی مدارس کا رُخ کرتے ہیں، طلباء کی اصلاح وتربیت اوران کے اندر حصول علم کا شوق ورغبت پیدا کرنے کے بعد آداب علم سے روشناس کرانے کی خاطر دارالعلوم کے بڑے اور تجربہ کار اساتذہ کے وقفہ وقفہ سے قیمتی اور فکر انگیز بیانات ہوتے ہیں، جن میں اساتذہ وطلباء کو تعلیمی سفر جاری رکھنے کے لیے اپنے اندر پند ونصائح کے ذریعہ زادِ راہ فراہم کرتے ہیں، جس سے طلباء کے اندر ایک نئی روح، نئی امنگیں اور جذبات موجزن ہوتے ہیں اور محنت کرنے اور طلب علم کا شوق دوچند ہوجاتا ہے۔

حضرت مولانا مدظلہ نے طلباء کو قرآن وحدیث کے سمجھنے اور تفقہ کی صلاحیت پیدا کرنے کی جانب متوجہ کیا فرمایا: یہاں آپ کو مختلف علوم، نحو، صرف، عربی ادب وغیرہ سکھائے جاتے ہیں تاکہ آپ قرآن وحدیث کو براہ راست سمجھ سکیں اور آپ کے اندر تفقہ کی صلاحیت پیدا ہو، اس کے لیے آپ کو بڑی محنت کرنی ہوگی، اپنے آپ کو کھپانا ہوگا، یہ علم دین یوں ہی حاصل نہیں ہوجائے گا، اس کے لیے بڑی سخت محنت درکار ہے، دنیاوی علم بھی بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوتا تو یہ تو علم الٰہی ہے، آپ چند سال محنت کرلیجیے پھر اس کا نتیجہ آپ دیکھیں گے، فارغ ہونے کے بعد ایسے طلباء ہم سے ملے جو کہتے تھے کہ مولانا ہم نے آپ کی بات نہیں مانی، کاش! آپ کی بات مان لیتے تو کہیں نہ کہیں لگے ہوتے، پھر اس وقت افسوس کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے ایک اہم خطاب میں کہا: سب سے پہلے نیت درست کرلیں کہ اس علم کو اللہ تعالیٰ کو رضا کے حصول کا ذریعہ بنائیں گے، یہاں پر آپ کو جو مواقع دیے گئے ہیں، اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیے، اور علم کے زیور سے آراستہ ہوکر اپنے آپ کو بنالیجیے، آپ ایسے بن کر جائیں، کہ لوگ آپ کو دیکھ کر رشک کریں اوران کی زندگیوں میں تبدیلی آجائے، وہ اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کرلیں، اب ایسا بننے کی لیے ہمیں کن صفات کی ضرورت ہوگی اورقول وعمل میں کے تاثیر پیدا ہوگی، اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ آپ اس علم کو اپنی عملی زندگی میں اتار لیجیے، اس علم کے مطابق آپ کی زندگی ہوتو یہ صفت آپ کے اندر پیدا ہوجائے گی، جب آپ بن جائیں گے تو آپ کے ذریعہ سینکڑوں لوگ بنیں گے، ایک فرد کے بننے سے سینکڑوں لوگ بنتے ہیں اور ایک کے بگڑنے سے سینکڑوں کے بگڑنے کا خطرہ ہوتا ہے اور آپ دنیا والوں کے لیے کچھ ایسے کام کرجائیں کہ مرنے کے بعد بھی لوگ آپ یادرکھیں اور آپ کو زندوں میں شمار کیا جائے، اور آپ کے کارناموں سے دنیا تادیر استفادہ کرتی رہے۔

مولانا نذرالحفیظ ندوی ازہری عمید کلیۃ اللغۃ العربیہ وآدابہا، دارالعلوم ندوۃ العلماء نے مقصد کی تعیین اوروقت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ: مقصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھئے اور اسی کی راہ میں سرگرداں رہیے، اگر ہم اپنے مقصد سے ہٹے تو منزل مقصود تک پہنچنا بہت مشکل ہوگا اور کسی نہ کسی شخصیت کو ہم نمونہ بنائیں، کوئی نمونہ ہمارے سامنے ہوگا تو اسی کے مطابق ہم ڈھلنے کی کوشش کریں گے اور وقت کی اہمیت کو جانیں اور ضائع کرنے سے بچیں، زیادہ سے زیادہ وقت مطالعہ

میں صرف کریں، یہود ونصاریٰ کو دیکھیں، ۱۸، ۲۰ گھنٹے پڑھتے ہیں اور بعض ان میں ہر سال پاگل ہوجاتے ہیں۔

مولانا عبدالقادر پٹنی ندوی نائب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے طلباء کو مطالعہ کی اہمیت بتاتے ہوئے کہا کہ: طالب علمی کے زمانہ میں مطالعہ ایسے ہی ہے جس طرح انسان کے جسم میں ریڑھ کی ہڈی، جس طرح ہم کھانے پینے کو ضروری سمجھتے ہیں بالکل اسی طرح مطالعہ بھی ضروری ہے، درجہ جانے سے پہلے سبق ضرور دیکھ کر جائیں اول درجہ تو یہ ہے کہ اس طرح آپ کتاب کو حل کر کے جائیں اگر استاذ پڑھانے کو کہے تو آپ پڑھا سکیں پھر استاذ کے سبق کو خوب دھیان سے سنیں، تیسرے نمبر پر مذاکرہ آنے کے بعد اس کو ضرور پڑھیں۔

مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوی عمید کلیۃ الشریعۃ و اصول الدین دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اپنے خطاب میں کہا کہ: آپ کے لیے دارالعلوم نے تمام ضروریات زندگی اپنے احاطہ میں مہیا کردی ہیں، ہر چیز یہاں موجود ہے، اس لیے آپ باہر نہ جایا کریں، باہر کی فضا بڑی مہلک ومسموم اور جراثیم سے پر ہے، اگر آپ باہر جائیں گے تو جراثیم آنکھوں اور کانوں کے ذریعہ آپ کے اندر منتقل ہوجائیں گے، اور آپ کے قلب وذہن کو متاثر کریں گے، اگر آپ نے یہاں کے قوانین کی پابندی کرلی تو یہاں کی ہر چیز بلکہ در ودیوار تک کو دعا دے گی، میرے بچو! یہ بات دل ودماغ میں اتار لو کہ اگر تم یہاں نہیں بنے تو پھر کہیں نہیں بن سکو گے۔

مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی رکن مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ ونائب ناظم مدرسہ ضیاء العلوم تکیہ کلاں رائے بریلی نے نئے طلباء کو ادارہ کے انتخاب پر مبارکباد پیش کی اور کہا کہ:

یہ وہ ادارہ ہے جو اپنے اندر جامعیت اور فکر رکھتا ہے، اور ایک ایسی وسطیت وتوازن رکھتا ہے جو اس وقت زمانہ کی ضرورت ہے، افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے ملک میں مدارس کی بڑی تعداد موجود ہے اور فارغین کی بھی بڑی تعداد ہر سال فارغ ہوتی ہے لیکن زمانہ میں کوئی تغیر وتبدیلی نہیں آرہی ہے، کمیت تو ہے لیکن کیفیت معدوم ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ کے اندر وہ صفات وخصوصیات پائی جائیں جن کے ذریعہ آپ زمانے کے حالات کو بدل سکیں اور پیغام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حامل بن کر پورے حامل بن کر پورے عالم میں پھیلنے کی ضرورت کو محسوس کریں، اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل وکرم سے داخلہ کی کارروائیوں کے بعد تعلیم بھی شروع ہوگئی اور طلبہ مکمل طور پر یکسو ہوکر درس وتعلیم میں مشغول ہوگئے۔ رب کریم اس عظیم درسگاہ کو تا قیامت آباد وشاداب رکھے، اور ہمارے بڑوں کا سایہ تادیر بصحت وعافیت ملت اسلامیہ پر قائم رکھے، آمین۔

☆☆☆☆☆

طوبیٰ بکڈپو لکھنؤ

ہمارے یہاں قرآن وحدیث، علمی وادبی، درسی وغیر درسی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور اسکے ملحقہ مدارس کی کتابیں اور لغات مناسب قیمت پر دستیاب ہیں۔

پتہ: طوبیٰ بکڈپو، ندوی منزل، ندوہ روڈ، لکھنؤ

موبائل نمبر: 9005505629

دعائے مغفرت

☆ جامعہ ابن عباس سرخیز ڈھال، احمد آباد، گجرات کے اردو ماہنامہ ''صوت القرآن'' کے نائب مدیر مولانا مختار احمد قاسمی فاروقی کا ۱۹ر ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۳ر ستمبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات محض چند گھنٹے کی مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆ محمد نذیر خادم کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی ندوۃ العلماء کا ۶ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۳ر جون ۲۰۱۵ء منگل کو تقریباً سال بھر کی بیماری کے بعد انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم خوش اخلاق، ملنسار، اپنے کام میں محنتی اور ایماندار تھے، تاریخ پیدائش ۱۹۵۷ء ہے، وہ ۱۹۷۷ء سے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ملازمت کررہے تھے، پسماندگان میں اہلیہ، دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔

☆ محمد مستقیم بابا (دربان) کا ۲۶ر شوال المکرّم ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۲ر اگست ۲۰۱۵ء بدھ کے روز مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگلے روز ۱۳ر اگست کو بعد نماز فجر نماز جنازہ مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے پڑھائی، اور ڈالی گنج قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، پسماندگان میں اہلیہ، ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے، دونوں غیر شادی شدہ ہیں۔

☆ شعبۂ تعمیرات کے سابق کارکن منشی عبدالسمیع کے چھوٹے لڑکے عبداللہ کا ٹی بی کے مرض میں منگل ۱۶ر ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ مطابق یکم ستمبر ۲۰۱۵ء کو انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی عمر ابھی صرف ۲۰ر سال تھی، ان سے دو بڑے بھائی (عزیز الرحمٰن دفتر مالیات دارالعلوم، عبدالغفور کتب خانہ شبلی) ندوہ میں ملازمت کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت مرحومین کی مغفرت فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل دے، قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔

فقہ وفتاویٰ

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: عورتوں کے لیے حالت احرام میں کس قسم کا کپڑا ہونا چاہیے، کیا مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی کوئی خاص کپڑا ہونا ضروری ہے یا جو میسر ہو وہی کافی ہے؟

جواب: عورتوں کے لیے حالت احرام میں کسی مخصوص کپڑے کا حکم نہیں ہے، البتہ ایک رومال سے سر کے بالوں کو اچھی طرح ڈھک لینا مستحب ہے تاکہ کوئی بال ٹوٹنے نہ پائے اور نہ منتشر ہو، اور اگر ہیٹ مل جائے اور سر پر رکھ لے پھر اس کے اوپر نقاب ڈال لے تاکہ ہیٹ کی وجہ سے نقاب کا کپڑا چہرے سے نہ لگنے پائے، اس طرح سر کے بالوں کی حفاظت بھی ہوجائے اور چہرہ سے کپڑے نہ لگنے کے ساتھ ساتھ اجنبی مردوں سے پردہ بھی ہوجائے، تو بہتر ہے۔[اوجز المسالک: ج۳/ص۳۲۰]

سوال: کیا عورتیں حالت احرام میں سلے ہوئے کپڑے زیورات، موزے اور دستانے وغیرہ پہن سکتی ہیں؟

جواب: حالت احرام میں عورتیں سلے ہوئے کپڑے، موزے، دستانے، اور زیورات پہن سکتی ہیں۔[غنیۃ الناسک جدید: ص۹۴]

سوال: اگر کوئی عورت حج تمتع کی نیت سے میقات سے عمرہ کا احرام باندھ لے، ابھی ارکان عمرہ ادا نہیں کرپائی کہ ناپاکی کا زمانہ شروع ہوگیا اور پاک بھی نہیں ہوپائی تھی کہ حج کے ایام شروع ہوگئے، اب ایسی حالت میں یہ عورت کیا کرے؟

جواب: ایسی عورت عمرہ کا احرام کھول کر حج کا احرام باندھ لے گی، ارکان حج ادا کرنے کے بعد عمرہ کی قضا کرے گی، اور پہلا احرام عمرہ کے ارکان کے بغیر کھول دینے کی وجہ سے ایک دم دینا لازم ہوگا، اور اس کا یہ حج، حج افراد کہلائے گا تمتع نہیں ہوگا۔
[فتح الملہم: ج۳/ص۲۴۸]

سوال: حالت احرام میں سلی ہوئی لنگی پہننا کیسا ہے؟

جواب: حالت احرام میں بدن کی ہیئت پر سلے ہوئے مردوں کے لیے پہننا جائز نہیں ہے، سلی ہوئی لنگی چونکہ بدن کی ہیئت پر سلی ہوئی نہیں ہوتی ہے، اس لیے سلی ہوئی لنگی پہننا درست ہے، تاہم بہتر یہی ہے کہ احرام کے کپڑے بالکل سلے ہوئے نہ ہوں۔
[ردالمحتار: ج۲/ص۴۸۹]

سوال: احرام کے کپڑے میں روپے پیسے، پاسپورٹ اور ٹکٹ کی حفاظت کے لیے جیب لگانا کیسا ہے؟

جواب: روپے پیسے، پاسپورٹ اور ٹکٹ وغیرہ کی حفاظت کی خاطر احرام کی چادر یا لنگی میں جیب لگانا بلا کراہت جائز ہے۔[انوار مناسک: ص۱۹۷]

سوال: ہوائی جہاز کے ذریعہ حج وعمرہ پر جانے والے حجاج کرام کو جہاز میں عام مسافروں کی طرح ان کو بھی ہاتھ منہ صاف کرنے کے لیے خوشبودار پیپر کا پیکٹ دیا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ حالت احرام میں اس پیپر سے ہاتھ یا منہ صاف کیا جاسکتا ہے؟

جواب: چونکہ اس پیپر میں خوشبو ہوتی ہے، اس لیے حالت احرام میں اس کا استعمال ممنوع ہے، اگر کوئی حالت احرام میں استعمال کرلے تو دم واجب ہوگا۔
[الجوھرۃ: ج۱/ص۲۰۷]

سوال: اگر کسی حاجی پر دم واجب ہوجائے اور وہ دم کے عوض اس کی قیمت صدقہ کرنا چاہے تو کیا اس کی اجازت ہے؟ کیا صدقہ دم کی جگہ کافی ہوجائے گا؟

جواب: دم کے عوض اس کی قیمت صدقہ کرنے سے دم ادا نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں دم دینا ہی واجب ہے، اگر حاجی حدود حرم کے اندر مقیم ہو تو اس قیمت سے دم کا بکرا خرید کر ذبح کرنا واجب ہوگا، اور اگر حدود حرم سے باہر منتقل ہوگیا، جہاں دم کا جانور ذبح کرنا جائز نہیں ہے، وہاں بھی صدقہ کرنا جائز نہیں ہوگا بلکہ اس کی قیمت حدود حرم بھیج کر کسی کے ذریعہ بکرا خرید کر ذبح کرنا ضروری ہے۔
[غنیۃ الناسک جدید: ص۲۶۳]

سوال: قربانی کن لوگوں پر واجب ہے؟ یا قربانی کی جگہ اس کی قیمت صدقہ کرنا درست ہے، کیا اس سے قربانی ساقط ہوجائے گی؟

جواب: جن لوگوں کے پاس قربانی کے دنوں میں ساڑھے باون تولہ (۶۱۲.۳۶ گرام) چاندی یا اس کی قیمت یا اس مالیت کے بقدر کوئی اور سامان ضروری اخراجات سے زائد ہو تو ان لوگوں پر قربانی واجب ہے، قربانی میں اس کی قیمت صدقہ کرنا کافی نہیں، بلکہ قربانی ہی دینی ہوگی، ہاں اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے قربانی نہیں کرسکا اور دن گذر گئے تو پھر قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔
[فتاویٰ ہندیہ: ج۵/ص۲۹۴]

سوال: جو شخص صاحب نصاب نہیں ہے، اگر وہ جانور خرید لے تو اس کے ذمہ قربانی واجب ہوجاتی ہے؟

جواب: اگر کوئی غریب قربانی کے دنوں میں قربانی کی نیت سے جانور خریدے تو اس کے ذمہ قربانی واجب ہوجائے گی، قربانی کے دنوں سے قبل خریدنے سے قربانی واجب نہیں ہوگی۔[ردالمحتار: ۶/۳۲۱]

☆☆☆☆☆

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)

ندوۃ العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)

تاریخ ۱۳ر شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ

باسمہٖ تعالیٰ

Date 01/06/2015

اہل خیر حضرات سے!

خدا کا شکر ہے کہ ہم ان بیش قیمت اصولوں کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں جن کے لیے دارالعلوم قائم کیا گیا تھا یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی مؤثر اور صحیح ترجمانی دین و دنیا کی جامعیت اور علم وروحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنۂ لادینیت اور ذہنی ارتداد کا مقابلہ، اسلام پر اعتماد اور علوم اسلامیہ کی برتری و امتیاز کا اعلان واظہار، دین حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت، ہمارے نزدیک مالیات، بجٹ اور عظیم الشان عمارتوں کے مقابلہ میں ان مذکورہ مقاصد کا حصول زیادہ اہم ہے، مسئلہ کی اس قدر تشریح اور وضاحت کے بعد اب مزید کچھ کہنے کی حاجت نہیں۔

ان گذارشات کے بعد آپ سے ہماری درخواست ہے کہ وقت کی اس ضرورت اور دارالعلوم کی افادیت کو سمجھتے ہوئے پوری فراخدلی، فیاضی اور ہمت سے کام لے کر ان تمام کاموں میں بھرپور تعاون واعانت فرمائیں کہ ہندوستان میں دین کے قلعوں کی حفاظت کی اس سے بہتر کوئی سبیل اور اس سے زیادہ پائیدار کوئی صدقہ جاریہ نہیں، آپ میں سے جو لوگ ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن میں شریک تھے، ان کو یاد ہوگا کہ ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے غیر ملکی معزز عرب مہمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''یہ سونے کی چڑیاں سب اُڑ جائیں گی، ہم اور آپ یہاں رہیں گے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھٹی مل گئی، ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں، ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائیں گے، آپ کے چار آنے، آٹھ آنے ہم کو عزیز ہیں، یہ جو کچھ دیں گے وہ اس دولت کا ہزارواں حصہ ہوگا جو خدا نے ان کو دیا ہے، اور جو آپ دیں گے وہ آپ کے گاڑھے پسینہ کی کمائی ہوگی۔''

ہندوستان کے مسلمانوں سے خواہ وہ اس طویل وعریض ملک کے کسی علاقہ کے ہوں، ہماری مکرر درخواست ہے کہ وہ اس کام کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کو اپنا ہی کام سمجھیں، ہمیں یقین ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر پورا بھروسہ ہے کہ ان شاء اللہ ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی بیش قیمت رہنمائی ونظامت میں اگر احباب ومخلصین نے پوری دلچسپی لی تو ہمارا یہ پیغام نہ صرف ملک کے بلکہ عالم اسلام کے کونے کونے میں پہنچے گا، وماذٰلك على الله بعزيز.

(مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی	(مولانا) محمد واضح رشید ندوی	(پروفیسر) اطہر حسین	(مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	(مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء	معتمد تعلیم ندوۃ العلماء	معتمد مال ندوۃ العلماء	مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء	ناظر عام ندوۃ العلماء

نوٹ: چک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:

NADWATUL ULAMA

(عطیات) **A/C NO. 10863759711**

(زکوٰۃ) **A/C NO.10863759766** (State Bank of India Main Branch, Lucknow.)

اور اس پتہ پر ارسال کریں:

NAZIM NADWATUL ULAMA,
NIZAMAT OFFICE, NADWATUL ULAMA,
TAGORE MARG,LUCKNOW- 226007 (U.P.)

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululam.org.